اور نہایت
بڑی روشنی
آچکی ہے

از: مولانا ...

تعلیم القرآن

قرآن مجید

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ (آل عمران) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو۔

اللہ کی رسی سے مراد قرآن پاک ہے، اس کے حکموں پر مضبوطی سے جم جانا چاہئے۔ پیغمبر صاحبؐ نے کہا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ وہ دو نوں چیزیں اللہ کی کتاب (قرآن پاک) اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

اللہ کی یہ رسی ٹوٹ نہیں سکتی ہے ہاں چھوٹ سکتی ہے، جس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گی وہ گمراہی کی خندق میں جا گرے گا، اور جو مضبوط پکڑے رہے گا وہ اس کے سہارے نکل جائے گا۔

قرآن خدا کی آخری کتاب ہے، اس میں ہمارے نفع اور نقصان کی سب باتیں لکھی ہوئی ہیں اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی دوسری طرف نہ جانا چاہئے۔

اچھے کام

وافعلوا الخیر (حج۔۱۰) اور بھلائی کرو۔

دو چیزیں مسلمانوں کے دین کی جڑ ہیں، ایک سچا عقیدہ، دوسرے اچھا کام! اچھے کام دو طرح کے ہیں! ایک وہ جن کا تعلق خاص خدا سے ہے، اس کو عبادت کہتے ہیں، دوسرے وہ جن کا اثر اپنے سوا دوسروں پر بھی پڑتا ہے، اس کو معاملات کہتے ہیں۔

سچے عقیدہ اور اچھے کام کے بغیر آدمی خدا کے یہاں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے، لیکن وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

قرآن نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل کو ضروری قرار دیا ہے! فرمایا جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی امید ہو اس کو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے۔

بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا

وامر بالمعروف وانہ عن المنکر (لقمان) اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے روکو

جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہ اچھی بات ہے اور جس سے روکا ہے وہ بری بات ہے اچھی باتوں کا حکم کرنا چاہئے، اگر تمہاری وجہ سے لوگ اچھے کام کرنے لگیں یا برائی سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں تم کو بھی برابر کا ثواب ملے گا۔

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا بھی ایک قسم کی نیکی ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اتنی طاقت نہیں تو اس کو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔ اگر برے لوگوں کو اچھائی کا حکم نہ کریں گے اور برائی سے روکیں گے تو اس کی وجہ سے جو مصیبتیں آئیں گی ہم ان سے نہ بچ سکیں گے۔ پیغمبرؐ نے اس کو ایک مثال میں اس طرح سمجھایا ہے کہ اگر دریا میں کشتی جا رہی ہو، مسافروں میں سے کچھ لوگ کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کرنے لگے، کسی نے ان کو روکا نہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ سوراخ ہو کر کشتی میں پانی بھر جائے گا اور سب لوگ ڈوب جائیں گے! اگر دوسرے آدمی ان سوراخ کرنے والوں کو روک دیتے تو خود بھی ڈوبنے سے بچتے اور دوسروں کو بچا لیتے!

حضورؐ نے فرمایا کہ جو لوگ، طاقت یا دولت والوں کے خیال سے برائی سے نہیں روکتے ہیں۔ یا اچھائی کا حکم نہیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اصل میں مجھ سے ڈرنا چاہئے تھا۔

قرآن میں ہے:

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ (انفال ۲۵) اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا خاص ظالموں ہی پر

مطلب یہ ہے کہ اگر ایک قوم کے کچھ لوگ گناہ کر رہے ہیں اور نیک لوگ ان کو روکتے نہیں ہیں، ان سے اپنی بیزاری نہیں ظاہر کرتے ہیں، تو عذاب کے لپیٹ میں ظالموں کے ساتھ یہ لوگ بھی آ جائیں گے۔

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا

- لذتوں کو قطع کر دینے والی (موت) کو بکثرت یاد کرو۔
- ایک ساعت کا غور و فکر (دیسا برس کی) عبادت سے بہتر ہے۔
- مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔
- گھر لینے سے پہلے پڑوسی کو اور سفر سے پہلے رفیق سفر کو سمجھو۔
- حکمت کے دس جزو ہیں، نو علیحدگی یعنی لوگوں سے بلا ضرورت الگ تھلگ رہنے میں، اور ایک خاموشی میں۔
- احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ صاحب الرائے سے مشورہ لے کر اس پر کاربند ہو۔
- زیادہ باتونی ہونا آدمی کی نحوست ہے۔
- تو علم و حکمت لے جہاں سے بھی ملے، تجھے نقصان نہیں پہونچے گا۔
- میں نے جبرئیل سے پوچھا لوگوں میں سرداری کس چیز سے ہوتی ہے جواب دیا عقل سے۔
- دنیاوی شرافت غنا ہے اور اخروی شرافت تقویٰ۔
- جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں چاہئے کہ تم سے قریب ہوں۔
- اللہ نے عقل سے زیادہ کوئی چیز عمدہ اور معزز نہیں پیدا کی۔
- جس شخص سے دنیا سمٹ گئی اس کے لئے بہتر ہوا۔
- انسان کی سمجھداری یہ ہے کہ وہ کفایت شعار ہو۔
- جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی وہ اس کے لئے کافی ہے
- حسن و جمال کے لئے تکبر آفت ہے۔
- سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا کھانا بیماری۔
- جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف و معزز آئے تو اس کی عزت و تکریم کرو۔
- جب کوئی تم سے ملاقات کرنے آئے تو اس کی تکریم کرو۔
- جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو اپنے میں ایک کو اپنا امیر بنالیں۔
- جب تین آدمی ہوں تو تیسرے سے الگ، دو سرگوشی نہ کریں۔
- خبردار ہو آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ اچھا ہو جائے تو سارا جسم اچھا، اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو وہ دل ہے
- جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اسے مان لو جب تم سے یہ کہا جائے کہ کسی شخص کی فطرت (جبلت) بدل گئی تو یہ نہ مانو وہ پھر اپنی فطرت کی طرف لوٹ جائے گا۔
- مومن کی مثال ہری بھری کھیتی کی سی ہے ہوائیں اسے ادھر ادھر جھکاتی رہتی ہیں، کبھی بٹھا دیتی ہیں .... کبھی سیدھا کھڑا کر دیتی ہیں تاآنکہ اس کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے (نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑتا ہے مشکلات بھی پیش آتی ہیں۔ آرام و راحت بھی حاصل ہوتی ہے۔ کسی حال میں استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہئے)
- غریبوں کے ساتھ دوستی رکھو، امیروں کی مجلس سے احتراز کرو۔
- جو ضامن ہے وہ تاوان کا ذمہ دار ہے۔
- قضا کو دعا ہی ٹالتی ہے
- جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو دین میں نہیں ہے وہ رد ہے
- تجارت میں رزق کے ۹ حصے ہیں۔
- مومن کے لئے موت، اس کے رب کی طرف سے تحفہ ہے۔
- موت ایک ایسا راستہ ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔
- سب سے پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو لین دین میں جھوٹ نہیں بولتے اور اہل معاملہ سے وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ خلافی نہیں کرتے۔
- جو شخص کسی عیب دار چیز کو، اس کا عیب خریدار پر ظاہر کئے بغیر بیچ دے اللہ بھی اس سے خوش نہ ہوگا (یعنی جب تک اس کی تلافی نہیں کرتا)
- جو کاروبار میں راست باز ہیں، روز حشر وہ سایہ عرش کے نیچے ہوں گے۔
- جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے گا، دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کیا جائے گی

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۱۴ | ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۷۶ء —— ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۳۹۶ھ | شمارہ ۱

زر اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے ششماہی: سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ... شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور
یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

اسحٰق جلیس ندوی

سادگی مومن کی دیکھ......

لبنان کی تعمیر نو کے لئے ۳۰ ارب ڈالر کی پیشکش

کویت کے مجلہ ... میں ایک کرم فرما نے کل رات برادر محترم مولانا سعید الاعظمی ندوی اور راقم سطور کو کھانے پر مدعو کیا، پرتکلف کھانے کے ساتھ ڈائننگ روم میں رکھے ہوئے ٹیلیویژن سیٹ پر قاہرہ میں اسی دن منعقد شدہ عرب سربراہوں کی چوٹی کی کانفرنس کے افتتاحی جلسے کا بھی پروگرام جاری تھا، اس کانفرنس میں شاہ خالد، شاہ حسین، صدر انور السادات، صدر حافظ الاسد، صدر مختار داداہ، صدر الیاس سرکیس، امیر صباح السالم الصباح غرض تمام عرب ممالک کے سربراہ یا ان کے نمائندے شریک تھے۔ اس کانفرنس کی کامیابی اور متفقہ لائحہ عمل کو طے کرنے کے لئے سعودی عرب کے شاہ خالد اور کویت کے امیر صباح السالم کی کوششوں سے ایک مختصر میٹنگ ریاض میں منعقد ہوئی تھی جس میں باہم متحارب اور مخالف سربراہان مملکت اور تنظیم آزادی فلسطین کے رہنما یاسر عرفات کو مدعو کیا گیا تھا۔ ریاض کی اس کانفرنس نے قاہرہ کی کانفرنس کی کامیابی کی راہ ہموار کر دی تھی۔

لبنان کی خانہ جنگی میں ایک لاکھ انسانوں کی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، لاکھوں انسان زخمی ہو کر ایسے معذور و اپاہج بن گئے کہ زندگی کا بوجھ اٹھانا ان کے لئے دوبھر ہو گیا ہے ہزاروں افراد کو اپنے مال و املاک اور تجارت و ملازمت سے محروم ہو کر جلا وطن ہونا پڑا، جانے کتنے سہاگ اجڑ گئے کتنے بچے یتیم ہوئے اور کتنی دوشیزاؤں کی عفت و عصمت تاراج ہوئی، جنگ و جدل کے دیوتا اور آگ و خون کی دیوی کا یہ رقص اٹھارہ مہینوں سے لبنان میں جاری ہے لیکن مسئلہ کے کسی مؤثر تدارک کے لئے کسی سنجیدہ کوشش کے آثار نظر نہیں آتے تھے، قاہرہ کانفرنس کی صد فیصد کامیابی بھی اس جانی اور مالی نقصان کی تلافی نہیں کر سکتی جس سے لبنان گزشتہ ڈیڑھ سال سے دوچار ہے۔

قاہرہ کانفرنس کی افتتاحی نشست میں صدر انور السادات، لبنان کے صدر الیاس سرکیس، شام کے صدر حافظ الاسد اور عرب لیگ کے سکریٹری جنرل محمود ریاض نے تقریریں کیں۔ تقریروں کی حد تک تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تقریریں موقع کی مناسبت سے تھیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے سنگین مسئلے پر جس فکر و تشویش اور غم و افسوس کا مظاہرہ ہونا چاہئے تھا اس کی اس کانفرنس میں کسی بھی ملک نے ضرورت نہ سمجھی۔

کانفرنس کی صدارت کے لئے میزبان ملک مصر کے صدر انور السادات کا جب نام پیش ہوا تو انہوں نے کرسی صدارت سنبھالتے ہی اعلان کیا کہ افتتاحی تقریر سے پہلے فوٹو گرافروں اور صحافیوں کو تصویریں لینے کا موقع دیا جاتا ہے، سیکڑوں کی تعداد میں کیمرے حرکت میں آ گئے اور ملک کے ٹیلیویژن عملہ نے کام شروع کر دیا اور عرب دنیا کے یہ تمام قائدین دو منٹ تک مسکراتے ہوئے پوز دیتے رہے، کیونکہ لبنان کا مسئلہ تو ثانوی تھا، اخباروں کی سرخیوں اور ٹیلیویژن کی اسکرین پر آنا اس کانفرنس میں کوئی معمولی مقصد نہیں تھا۔

صدر انور السادات کی مکمل ہونے والی تقریر میں قرآن کی آیتوں اور احادیث رسول کا حوالہ بھی تھا۔ صدر الیاس سرکیس اور حافظ الاسد کی بھرپور تقریریں کانوں کو بھلی لگیں، دمشق، مصر اور اس کے علاوہ دوسرے ممالک کی مدح و ستائش سے لبریز اور عرب قائدین کی ضرورت و اہمیت کی دلیل فرمودہ تھیں۔ ان تقریروں کے مخاطبین کو یہ سمجھنا مشکل تھا کہ یہی وہ اکابرین ہیں جو گزشتہ ڈیڑھ سال سے مشرق وسطیٰ میں وہ خونی کھیل دیکھ رہے ہیں جس کی نظیر عرب ممالک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

لبنان کی ان حالات کا سبب یہ ہے کہ اس میں دو مسلمان جانی اور مالی نقصان کا شکار ہوئے جن کی آبادی ۶۰ فیصد ہے اور جو بڑی حد تک عیسائی اقلیت کے استحصال کا شکار رہی۔ لبنان کے میدان جنگ میں عیسائی، شامی اور اسرائیلی متحدہ محاذ کے ہاتھوں ذبح ہونے والے ان مسلمانوں کو ان کے ہم عقیدہ عرب ممالک نے میدان جنگ میں بے کسی و بے بسی میں چھوڑ دیا تھا لیکن ان کی مزید بے بسی کا یہ مقدر تھی کہ چند ہی جرأت آمیز وکالت کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی، لبنان کی تعمیر نو کے لئے ۳۰ ارب ڈالر کی خطیر رقم الیاس سرکیس کی اس حکومت کو دینا منظور ہوا ہے جس میں غالب اکثریت عیسائیوں کی ہے۔

"وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا"

جن عیسائیوں نے شام اور اسرائیل کی مدد سے مسلمانوں کا ذبیحہ کیا انہیں گلے لگایا جا رہا ہے اور ان کی مالی امداد بھی کی جا رہی ہے۔

شام کے حافظ الاسد جن کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہیں ان کا پر جوش استقبال ہوا اور صدر انور السادات نے ان کا ایسی گرم جوشی سے معانقہ کیا گویا وہ عرب اتحاد کے محسن اعظم ہوں۔

تحریک آزادیٔ فلسطین کی لبنان کی جنگ نے کمر توڑ دی، اس تحریک کے امانت اور نجات دہندہ نے اگر اپنی پوری توانائی اور قربانیاں اس مقصد کے لئے وقف کی ہوتیں جس کے لئے وہ قائم ہوئی تھی تو تمام دنیا کی تاریخ میں صدیوں تک روشن اور تابناک رہتا لیکن افسوس ہے کہ اپنے ہزاروں مجاہدوں کو اس جنگ کی بھٹی میں جھونک کر اس قیادت نے اپنی قوم کو ایسا زبردست نقصان پہنچایا جو اسرائیل سے بھی ممکن نہیں تھا۔

قاہرہ کی عرب چوٹی کانفرنس نے شام کی مداخلت اور مسلمانوں پر اس کے ظلم و ستم کی توثیق کر کے مستقبل کا یہ فیصلہ بھی دے دیا ہے کہ عرب امن فوج میں غالب اکثریت شامی فوجیوں کی ہوگی، گویا بھیڑیوں کے سپرد بھیڑوں کی پاسبانی اور ان کی حفاظت کے انتظام کے ساتھ قاہرہ عرب سربراہ لبنان کے مسئلہ پر غور کر رہے تھے اور دوسری طرف اسرائیل جنوبی لبنان کے فوجی اہمیت کے علاقے پر قبضہ کر رہا تھا جس پر اس کی حریصانہ نظر تھی لیکن یہ کانفرنس اسرائیل کی اس تازہ جارحیت کے خلاف کسی فیصلہ پر نہیں پہنچی۔

لبنان اور اس کا دار السلطنت بیروت مشرق وسطیٰ میں اخلاقی دیوالیہ پن کا سب سے بڑا مرکز تھا، گزشتہ ڈیڑھ سال کی خانہ جنگی نے اس جنت ارضی کو جہنم زار بنا دیا تھا، تیل کی دولت سے مالا مال عرب ممالک کو اپنی اس فردوس گم گشتہ کی از سر نو بازیافت اور تعمیر کی ایسی فکر سوار ہے کہ انہوں نے اس کی تعمیر کے لئے ۳۰ ارب ڈالر کی منظوری دے دی ہے۔ اب وہی بیروت پھر اپنے حسن و رعنائی کے ساتھ سرگرم ہوگا جس کے بارے میں ایک لبنانی ادیب امین الریحانی نے لکھا ہے:

"بیروت تمدن کی ایک عروس بھی ہے اور تمدن کی ایک تخت بھی، بیروت ایک مشرقی موتی ہے جو تانبے کے سنہرے طشت میں رکھا ہوا ہے، صبح کے وقت یہ مشرق کے گلوں کا ہار ہے اور غروب کے وقت ملکۂ مغرب کی کلائی کا کنگن، بیروت گہرے سمندر میں چھپا ہوا ایک دُرِ نایاب ہے جس پر بجلی کی کرنیں شعاع ریز ہوتی ہیں، بیروت ایک مرجان ہے جو ایک ایسے ساحل پر ہے جس کا موتی ...... ہیں اور جس کی چاندی کیچڑ میں مل گئی ہے۔

بیروت ہیرے کی ایک لکیر ہے، بیروت ایک ماہتاب ہے جس پر مغرب کی روشنی منعکس ہوتی ہے تو مشرق کو منور کرتا ہے اور مغرب کی تاریکی میں منعکس ہوتا ہے جو مشرق کی تاریکی پر فنا ذکر دیتی ہے، بیروت علوم و فنون، شعر و ادب اور خرافات کا گہوارہ ہے۔"

بیروت اور لبنان کی تعمیر نو اور اس کی نئی زندگی کے لئے اربوں ڈالر صرف کرنے والوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ یہ خرافات کا گہوارہ، سازشوں کا اڈہ اور خالص عیسائی بالادستی کے تحت وجود والوں کی نئی نسل اور ان کے مستقبل کے لئے کتنا بڑا خطرہ بن سکتا ہے۔ اب وہ مفلوک الحال مسلمان ... ہوا کرتا تھا، جہاں کا دینار ... اور انسانیت دوست طبقہ کے حالات اور عرب رہنماؤں کے کردار سے تنگ آ کر نالاں اور دل گرفتہ ہے، لیکن بجز افسوس کے ان کے پاس کچھ نہیں۔

مولانا محمد اویس نگرامی ندوی رح
سیرت و کردار کے آئینہ میں

از جناب منصور نعمانی ندوی (بھوپال)

ندوہ نے مولانا حالی کی زبان میں سید سلیمان ندوی کو پیدا کیا، اور یہ بھی ہے کہ سید صاحب ندوہ کے گل سرسبد اور علم و فن میں آفتاب و ماہتاب تھے، لیکن سید صاحب ہی کے پیچھے یا ان کے کچھ بعد کے لوگوں میں ندوہ نے اور بھی یگانۂ روزگار فضلاء پیدا کئے، جیسے سید ضیاء الحسن علوی، ندوہ کا مطلع شب چراغ عبدالرحمٰن نگرامی ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، حاجی شاہ معین الدین احمد ندوی، پروفیسر عبدالباری ندوی وغیرہ، یہ گروپ ندوہ کا ابتدائی سرمایہ تھا اس کے بعد سید صاحب کے زیر تربیت یا دور قیامت میں جو گروپ پروان چڑھا اس نے بھی علم و فن میں کافی بیش قیمت کی تحقیق و مدقیق میں نام کمایا، فضیلت و علمیت میں یہ گروپ بھی سید صاحب کا نقش ثانی کہلانے کا مستحق ہے۔ اس گروپ میں شاہ معین الدین احمد ندوی جیسا مایۂ ناز منظر آیا جس نے دار المصنفین کی آبرو قائم رکھی اور علمی و تحقیقی کارنامے انجام دے کر ارباب علم کو متحیر کر دیا، رئیس احمد جعفری جیسا بیباک اور جری صاحب قلم نمایاں ہوا جس نے علم کے علم کو سرنگوں ہونے سے بچایا، نجیب اشرف ندوی جیسا مؤرخ منظر عام پر آیا جس نے دقت نگاہی اور مہارت فن سے تحقیق کے بہت سے مشکل مرحلے آسان کر دئیے، مولانا مسعود عالم ندوی جیسا عربی کا ادیب و خطیب منظر عام پر آیا جس نے صلاحیت، ذوق صحافتی شوق اور پاکیزہ نگاری کے خوب خوب جوہر دکھائے، اور پاکستان کے مشہور صحافی جیسا تاریخ و سیاست کا ماہر منظر عام پر آیا جس نے تاریخ کے فن میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دئیے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسا عربی کا ادیب و خطیب نظر آیا جس نے عالم عربی پر دھاک بٹھائی، اور خاندانی فضل و کمال، علم اور بے پناہ وسعت نگاہ کے سبب ندوہ کو شہرت دوام کے ساتھ حیات نو بخشی، مولانا محمد ناظم ندوی جیسا عربی کا بے بدل ادیب پیدا ہوا جس نے "خطبات مدراس" کا عربی ترجمہ کر کے خوب داد تحسین وصول کی، مولانا محمد عمران خان ندوی جیسا عزم و حوصلہ کا آہنی قلعہ منظر عام پر آیا جس نے نمایاں خدمت کی بنا پر ندوہ کے نام کو اونچا کیا اور خود اپنی صلاحیت و قابلیت کا خوب خوب لوہا منوالیا، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی جیسا ایثار نفس، قلم بردار مرد میدان پیدا ہوا جس نے صلاحیت و قابلیت کے خوب جوہر دکھلائے، مولانا محمد اویس نگرامی ندوی منظر پر آئے جنہوں نے اپنے محسن واستاذ علامہ ندوی سے جو کچھ حاصل کیا عمر بھر اس کی حفاظت و صیانت کا فریضہ انجام دیا اور فن تفسیر میں امتیاز و اختصاص پیدا کر کے ارباب علم و اصحاب فضل کو انگشت بدنداں کر دیا۔

یہ گروپ ایک مستحکم و مربوط کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اگر ان میں سے ایک کو بھی کم کر دیا جائے تو ندوہ کے اس بیچ کی صحیح تصویر دھندلی پڑ جائے گی اور تاریخ ندوہ کے سنہری اوراق بکھر کر رہ جائیں گے۔

مولانا نگرامی ندوی نگرام جیسے مردم خیز قصبہ سے متعلق تھے مولانا کا خانوادہ علمی وقار دینی وجاہت اور طریقت و سلوک ذروۂ علیا پر تھا، اس دینی و علمی خانوادہ کے ارباب فضل و کمال نے اصلاح باطن اور تزکیۂ نفوس میں صوبہ اودھ میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، مرحوم کے پردادا مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم اور دادا مولانا ادریس نگرامی تبحر عالم اور صوفی باصفا تھے، والد ماجد مولانا نفیس نگرامی بھی علم و رشد میں اپنی عمر عزیز صرف کرتے رہے مولانا اویس کو شریعت کا بانکپن اور طریقت و سلوک کا ذوق گویا ورثہ میں ملا تھا جس کے سبب انہوں نے بھی اسلاف کی روایت کو ایک حد تک قائم رکھا، پھر استعداد فطری اور ذہانت خداداد نے ان کی شخصیت میں جلوہ گری کی جس نے تحصیل علم کے ساتھ فطری مواہب نے چار چاند لگائے تھے جس کی وجہ سے وہ علماء و فضلاء کی صفوں میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

مولانا اویس نگرامی ۱۳۲۰ھ میں نگرام میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد مرحوم سے حاصل کی اور جب اس راہ میں چل نکلے تو ان کے روشن ضمیر والد نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل کیا، ندوہ کے ماحول نے ان کو مہمیز دی اور وہاں ان کو اپنی صلاحیت کے نکھارنے کا بہترین موقع ملا، اس زمانہ میں ندوہ ممتاز و فائق اساتذہ سے بہرہ مند تھا، شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی، مولانا حفیظ اللہ مرحوم، مولانا شبلی متکلم، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی اور پھر سید صاحب کی معتمدی کا سنہری دور ناقابل فراموش دور، سید صاحب کی جوہر شناس نگاہ نے اس "مس خام" کو جانچ لیا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں ندوہ سے سند فراغت لی، فراغت کے بعد سید صاحب نے دار المصنفین میں اپنے زیر تربیت بلا لیا۔ اب اس "مس خام" کو "کندن" بننا مقدر تھا۔ سید صاحب کے فیض صحبت نے اس ذرہ کو جلا بخشی، معارف جیسے دقیع علمی و تحقیقی ماہنامے میں ان کے علمی و تحقیقی مضامین کا سلسلہ شروع ہوا جس کی علمی حلقوں میں دھوم مچی۔ سید صاحب کو قرآن اور علوم قرآن سے کافی شغف تھا۔ مولانا نگرامی کو بھی اس جانب متوجہ کیا، سید صاحب نے علامہ ابن قیم، ابن تیمیہ، جلال الدین سیوطی، امام رازی کی کتابوں کا شوق دلایا چنانچہ وہ ان کی کتابوں سے علم کسب کرنے لگے اور پھر ابن قیم و ابن تیمیہ سے ایسی عقیدت و تعلق ہو گیا کہ کوئی مجلس ان کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی۔ تفسیر ابن قیم کو ایڈٹ کر کے شائع کرنا اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اس تفسیر نے ارباب علم سے خوب داد پائی، عالم عربی سے اس کے کئی اڈیشن چھپ چکے ہیں، شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم اور مجدد الف ثانی کا تذکرہ بھی بڑی عقیدت و جذبۂ نیاز مندی سے کیا کرتے تھے عقائد میں شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب "العقیدۃ الحسنۃ" کی شرح "العقیدۃ السنیۃ" کے نام سے کی جس کو قبولیت عام حاصل ہوئی عربی مدارس میں یہ داخل نصاب ہوا، عالم عربی میں بھی اس کی بہت مانگ ہے۔

دار المصنفین کے دوران قیام میں طلبہ میں ذوق قرآن کو عام کرنے کے لئے "تعلیم القرآن" نام سے ایک کتاب ترتیب دی، جس میں عبادات، معاملات، اخلاق وغیرہ جیسے بیش بہا موضوعات پر قرآن کی آیات اور اس کی مختصر تشریح کا طلبہ کے ذہن کو سامنے رکھ کر کی ہے اس کی زبان بہت سہل سادہ و عام فہم ہے یہ کتاب بھی کافی مقبول ہوئی لکھنؤ سے ایک ماہوار رسالہ "صبح صادق" کے نام سے مولانا کی نگرانی میں عرصہ تک نکلتا رہا اس میں آپ کا پامال موضوع "کچھ دیر اہل دل کے ساتھ" مولانا ہی کے قلم سے نکلا کرتا تھا اس سلسلہ کو کافی پسند کیا گیا، "صبح صادق" کا ایک ضخیم نمبر "حدیث نمبر" بڑی آب و تاب کے ساتھ نکلا تھا اس نے بھی ارباب علم سے خوب خوب داد پائی تھی، آپ کا موضوع چونکہ قرآن تھا اس لئے طلبہ کے لئے "قرآن کا مطالعہ کیسے ہو" لکھی یہ کتاب طالبان قرآن کے لئے رہنما اصول کا درجہ رکھتی ہے۔

مولانا نگرامی آہنی عزم و حوصلہ رکھتے تھے اور کام خلوص و لگن سے کرنے کے عادی اس بحرانی و ہیجان کے دور میں یہ نادر حقیقت بات ایک خواب ہو کر رہ گئی مگر مولانا اس خوبی سے بھی مرصع تھے، ان کی علالت کے دوران بھی یہ وصف نمایاں ہو کر رہا، شدید قسم کے قلبی دورے پڑتے رہے لیکن آہ، و کراہ، نالہ و شیون، حرف شکایت زبان پر نہ لاتے، وہ تین سال کا لمبا دور جیسے تیسے برداشت کر گئے جب ذرا طبیعت میں افاقہ ہوا مطالعہ کا سلسلہ جاری کر دیتے بیٹھنے سے معذور تھے لیٹ لیٹ کر تفسیری کتابوں کا مطالعہ کرتے، مولانا کو تفسیری کتابوں سے عشق تھا اور عشق ہو کیسے نہ جب اس سے سرشار تھے اس لئے حدیث کا بھی ایک ذخیرہ جمع کیا، حدیث و تفسیر کی کتابیں کو اپنے کتب خانہ کی زینت بنانے وہ نادر عربی تفسیریں جو ہندوستان میں دستیاب نہیں ہو تیں وہ بلا دعربیہ سے بھاری معاوضہ کر منگاتے تھے پھر ان کتابوں کا مطالعہ روزانہ کیا کرتے، اہم نکات ذہن نشین کرتے اور طلبہ کے غور و فکر کا کام کرتے ہوئے ورق ورق اس خزانہ کو ڈھیر کر دیتے، جن لوگوں کو مولانا کے درس قرآن سے استفادہ کا موقع ملا ہے ان کے طرز تحقیق کو دیکھا ہے، ان کے حسن استدلال کو پرکھا ہے ان کی وسعت نگاہ کو جانچا ہے انہوں نے یہ بات محسوس کی کہ قرآن کے اسرار و رموز نکات و معانی کس شان اور جلالت علم سے آپ بیان فرماتے تھے وہ بات کوئی کی بھی کوشش کے ساتھ اپنی جلالت و تقوٰی مزاج میں شگفتگی جیسی بھی زندگی، باتوں میں سنجیدہ ظرافت کی آمیزش بھی ہوتی جس سے باتیں طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتیں، پھر درس قرآن کے دوران احادیث رسول سے استدلال، لغت کی وضاحت، صرفی و نحوی ترکیبیں، اصول بلاغت و فصاحت سے

جتنا ہی ان شریعت نیز ہوگی کے دہتا اصول اس بھول دھلتا ہے کہ کرنے کو جو جیسے کم خلیہ حیرات ہو کر رہ جانے، انداز تخاطب، طرز ادا اس قدر دلکش و دلنشین کہ ؎

بلائے جاں ہے غالبؔ اسکی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

کا مصداق ـــ!

مولانا ندوی کے علمی و تحقیقی کارناموں کی مختصر تفصیل کے بعد ان کی سیرت و کردار کی مرقع نگاری بھی لازمی ہے کہ اس کے بغیر ان کی پوری تصویر اور ان کی خصوصیات کا جائزہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

مولانا میں وضعداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی حقیقت یہ ہے کہ مرحوم جس دور کی پیداوار تھے وہ دور ختم ہو گیا اب ان جیسے باضمیر، بے نفس، نیک طینت انسان پیدا ہونے کے نہیں ایک دو صورتیں اس دور کی اب بھی باقی ہیں مگر وہ بھی جھلملاتی شمع کی طرح ہیں، مولانا اعلیٰ صفات و کمالات کا پیکر تھے ایسی صورتیں خال خال ہی نظر آتی ہیں، اداروں، مدرسوں میں اب خال خال ہی نظر آتی ہیں، عزت و تکریم کی پرچھائیں تک اب پر نہیں پڑتی تھیں۔ فطری طور پر مولانا بہت سادہ، منکسر، خوددار شخصیت کے مالک تھے انہیں زر و جاہ کی طلب تھی نہ اقتدار کی ہوس، کسی کو اس لئے فوقیت نہیں دیتے تھے کہ وہ صاحب ثروت ہے یا اس لئے حقیر سمجھتے کہ وہ نادار ہے، اپنے ہر ملنے والے کی بے حد عزت کرتے، چھوٹوں کے ساتھ بڑی ملنساری اور محبت کا معاملہ کرتے، اپنی کسی بات اور طریقہ سے اس کا خفیف سا احساس بھی نہ ہونے دیتے کہ وہ ان سے فروتر ہیں۔

مرحوم بڑے خوددار، ایثار پسند انسان تھے کسی کا احسان گوارا نہیں کرتے تھے خاکساری و فروتنی کا مجسمہ تھے، مجلس میں صدر پر بیٹھنا یا صدر [illegible] بننا پسند نہیں کرتے تھے، مرحوم کے ملنے والوں کا دائرہ بہت وسیع تھا مختلف طبقہ کے لوگ آتے اور عقیدت و محبت کے آداب بجا لاتے ان میں اعلیٰ عہدہ دار بھی ہوتے تاجر و دانشور بھی، وکلاء بھی، تجارت پیشہ بھی، امراء بھی، [illegible] عام بھی، ہر ایک کی حاجت خندہ پیشانی سے سنتے اپنی بساط [illegible] تو گویا وہ جاتے ہی تھے، ان کی بذلہ سنجی، حاضر جوابی [illegible] زبان دانی دیکھنے کی چیز تھی۔

بزرگوں [illegible] ان کی مجلس [illegible] مرحوم [illegible] تکلیف [illegible]

بات نہایت پر آمیز ہوتی کچھ اور بہت ادائیں بھی کرتے کہ لوگ خوشی خوشی کام میں جٹ جاتے۔

علم اور صاحب علم ہونا بڑی بات نہیں انسان ہونا بڑی بات ہے مرحوم جیسے صاحب کمال عالم و فاضل تھے اسی سے زیادہ اعلیٰ قسم کے انسان تھے، بلند نگاہ، قلندر صفت، بلند کردار، ان کی زندگی شرافت علم اور شرافت نفس کے امتزاج کی نمود تھی، ان کی زندگی جہاں ان کے کمال، ان کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا مرقع ہے وہیں مالی دشواری کا افسانہ بھی ہے لیکن کبھی شکایت کو قریب نہ آنے دیا تھا، مزاج ہی قلندرانہ تھا نہ مال کی اور نہ شان اور دولت کی ان کے ساتھ ناتا رہا انہوں نے روپیہ پیسہ کو کبھی مقصد زندگی نہیں سمجھا وہ چاہتے تو روپیہ کے انبار لگ جاتے اور نہ وہ شہرت کی تلاش میں رہے مگر ان دونوں باتوں سے کنارہ کش ہو کر خلوص دل کے ساتھ علمی و تحقیقی کاوشوں میں جس حد تک رہے جن لوگوں نے ان کو دیکھا پرکھا وہ ان کو شہرت تو کیا دیتے الٹا انہیں سے فیض حاصل کر لیتے۔

طبیعت جیسے صد سادگی اور پیکر [illegible] تھا ان کا دل ایک پاک طینت صوفی کا دل تھا جس میں سوائے محبت کے کچھ نہ تھا، انہیں غم روزگار سے بھی محبت و الفت تھی [illegible] بڑی اپیچ اور جوان مردی تھی، علالت کئی سال سے مستقل عنوان حیات بن چکی تھی گو بیماری میں جب ایسا رخ آتا جہاں بڑے بڑے لوگ بے سکون ہو جاتے ہیں وہاں انہیں سکون آ جاتا تھا بدخواہوں کے ساتھ نباہ کرنے کا سلیقہ مرحوم نے خوب پایا تھا زندگی کے ادوار میں ناسازگار حالات بھی آئے، غیروں اور بدخواہوں نے طعن و تشنیع سے انہیں بدپریشان کیا ان سے طول خاطر ضرور ہوئے لیکن غالب کی طرح ؎

"دوستی اس جنس بد گوہر سے ناحق کیوں کرو"

پر عمل کیا بلکہ جہاں تک ہو سکے معاملات اور تعلق خاطر آخر دم تک قائم رکھا، مصائب سہنے کے لئے قدرت نے ان کو عجیب دل نواز دل دیا تھا اور یہ مولانا کا وہ وصف تھا جس نے میری نظر میں ان کے ہم عصروں میں ان کو نمایاں کر دیا تھا، یہی تو وجہ ہے کہ دور سے وہ دشمنوں اور بدخواہوں کے لئے بھی کشش کا باعث اور اپنوں کے لئے سرمایۂ ناز شخص تھے۔

مولانا کا ذوق نہایت نفیس و پاکیزہ تھا [illegible] مجھے بیٹھے [illegible] ان کی زندگی [illegible]

تھی۔ ان کی سیاست اور ریا و نفاق کے نام سے نا آشنا تھے، ان کا ظاہر و باطن بالکل ایک تھا، جو دل میں ہوتا وہی زبان پر بھی ہوتا، ان کی زندگی ایک کھلی ہوئی بیاض کے مانند تھی جس کو ہر شخص پڑھ سکتا تھا، حق گوئی آپ کا خاص جوہر تھا، خود نمائی اور تعصب سے آپ کو نفرت تھی۔

مولانا مسلمانوں کی زبوں حالی، علمی بے مائیگی اور اخلاقی بحران پر آنسو بہایا کرتے تھے وہ اس دلسوزی، خلوص و سچائی سے اپنی بات کہتے کہ طلبہ با چشم گریاں اور با سینۂ بریاں اٹھتے ؎

"عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں"

مولانا مرحوم علامہ سید سلیمان ندوی کے علم اور وسعت نگاہ اور تحقیقی شان کے بڑے قائل و مداح تھے، سید صاحب کا تذکرہ بڑی محبت و عقیدت سے کرتے، بعض اوقات شدت تاثر سے آنکھیں چھلک بھی جاتیں، مولانا مناظر احسن گیلانی کی علمیت کے بڑے قائل تھے، مولانا شروانی کا تذکرہ بڑی محبت و عقیدت سے کرتے، علامہ شبلی کے نام کے ساتھ استاذ الاساتذہ کہتے ان کی مورخانہ نگاہ اور ادبیت کے بڑے مداح تھے، فرماتے کہ "شبلی و سلیمان کی کتابیں اردو ادب سیکھنے کے لئے لازمی ہیں" مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا تذکرہ بڑے شوق و جذبہ سے کرتے، ڈاکٹر عبد العلی صاحب مرحوم کی للہیت اور [illegible] شان کا تذکرہ بڑے کیف آگیں انداز میں کرتے اور ان کو "میرے محسن" کے نام سے یاد کرتے، مولانا آزاد کی انشا پردازی و وسعت معلومات کے قائل تھے، مولانا عبد الباری ندوی کے علمی وقار کا تذکرہ خوب کرتے اور فرمایا کرتے

"یہ چراغ سحری [illegible] کی تاریخ ہیں، ان سے استفادہ کر لو"

افسوس کہ اس چراغ سحری کے بجھنے ہی پر مجھے فرمایا "ابھی خود گل ہو گئی"۔ مولانا دریابادی سے بڑا خصوصی تعلق تھا، ان سے محبت و عقیدت بھی [illegible] ان کے متعلق فرمایا کرتے کہ،

"مولانا دریابادی جیسی [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] ہیں وہ قابل تقلید ہے علماء اور تحقیق کام کرنے والوں کو اگر ان جیسی [illegible] سوز [illegible] ہو جائے تو بڑے بڑے مرکز [illegible] علمی و تحقیقی [illegible]"

آ سکتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم سے بہت سے لوگ تخریب اور تعصب میں مبتلا ہیں اور یہی ہماری علمی کم مائیگی اور اخلاقی بحران کا اصل سبب ہے۔

دوستوں اور بزرگوں میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب علی حسن خاں، نواب میرزا علی اظہر خاں، قاری محمد طیب صاحب [illegible]، حضرت تھانوی، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، مولانا مسعود علی ندوی، [illegible] رئیس احمد جعفری ندوی، ریاست علی ندوی، شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا عبد السلام ندوی قدوائی، مولانا عمران خاں ندوی کا ذکر بڑے شوق سے کرتے اور تمام بزرگوں کے کارنامے وقتاً فوقتاً طلبہ کے ذہن نشین کرتے۔ مولانا محمد عمران خاں ندوی ان کے ہمدم و ہمراز تھے ۱۹۳۸ء سے ایک جیسے برادرانہ، عزیزانہ، بے تکلفانہ تعلقات ان دونوں میں دیکھے گئے وہ بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آتے ہیں ان کے تعلقات قابل رشک تھے جب خانصاحب لکھنؤ چلے جاتے تو مولانا اویس صاحب کی خوشی و مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی تھی آخری زمانہ میں ملاقات اور مستقل بیماریوں سے [illegible] آثار نمایاں ہو گئے تھے مگر خانصاحب کی آمد کی خبر سے مولانا کا چہرہ کھل اٹھتا اور جب دونوں کا معانقہ و مصافحہ ہوتا تو دونوں ایک دوسرے کے [illegible] لیتے، دونوں دو شکایت لکھ لیتے، یہ جواب دیتے وہ الزامی جواب لکھتے، ادھر سے طنز لطیف کی ہلکار ہوتی ادھر سے طنز کی بوچھاڑ، غرض دونوں سوز دروں کے ارمان نکالنے کی سوچتے کہ ؎

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

انتقال بھی قابل رشک ہوا، جب مبارک دن، شعبان کی [illegible] تاریخ اور ماہ رمضان کی [illegible] کی زبردست دلیل ہے ؎

مرگ مجنوں پہ عقل گم ہے میرؔ
کیا دوانے نے موت پائی ہے

افسوس کہ ۱۰ اگست ۱۹۸۶ء کو ۷۲ سال کی عمر میں [illegible] علم و فضل، پیکر طہارت و تقویٰ کا مجسمہ، علوم کا مرقع، شارح قرآن، رسول کا شیدا، عشق رسول سے سرشار، خدمت کا علمبردار، انتقال کر گیا، خدا ان کی روح کو ابدی و سرمدی سکون بخشے، ان کا قرآن سے عشق اور تفسیر سے شغف [illegible] اے شفیق استاذ و مربی، اے متاع علم و فضل الوداع ــ!!

اسلام

ایک حقیقی ضرورت

تحریر: صلاح الدین اسماعیل ___ تلخیص و ترجمہ: محمد ظفر پوچھنوی

اسلام ہی! اللہ کے بندوں پر اللہ کی نعمتوں میں سب سے زیادہ واضح نعمت ہے کیونکہ یہی وہ طریقۂ حیات ہے جو بصیرت و بصارت اور دلوں کی بہترین تعمیر کا ضامن ہے۔ یہی نظام کامل ہے جو ایک اچھی اور نیک فضا کے لئے سازگار ہے اور ایک بے مثال معاشرہ کی تعمیر کے لئے تمام جماعتوں کا طریقۂ کار بھی یہی ہے۔ دنیا ایک کامیاب حکومت کے لئے سچا قانون ہے۔

اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے اسلام کو [illegible] چاہے لوگ اس سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ ...... تا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم"

(اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا ...... تا یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ)

اسی طرح یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ بغیر کسی شرط و قید کے لیا چنانچہ کتنی صدیاں بیت گئیں جن کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر شاہد عدل ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم ..... تا تنزیل من حکیم حمید"

یہ بھی اللہ کا سب سے بڑا فضل ہے کہ اس نے مسلمانوں کے عروج کا وعدہ اسی وقت کیا جبکہ وہ اسلام پر پوری طرح ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہیں، کیونکہ اسی میں نجات ہے چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم"

(اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو جمادے گا۔)

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ بسا اوقات مریض کو شہد کڑوا لگتا ہے حالانکہ شہد میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

خود قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اس فرق کو بیان فرمایا ہے کہ قرآن صرف صحیح القلب لوگوں کے لئے ہی موثر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"وننزل من القرآن ما ...... ولا یزید الظالمین الا خسارا"

قرآن کے دلوں پر اثر انداز ہونے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بارش اور زمین کی۔ چنانچہ زمین اچھی ہو تو برسات کے بعد وہ ہر قسم کی خوشنما چیزوں کو اگاتی ہے اور اگر بنجر زمین ہو تو بارش کی وجہ سے یا مٹی بہہ جاتی ہے یا گڑھے ہوجاتے ہیں۔

یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ انسان قرآن سے اسی صورت میں مانوس ہوجاتے کہ وہ، جس نے قرآن کا علم رکھا یا اسی نے انسان کو بھی پیدا کیا، لہذا دونوں کا مرکز ایک ہوا، اور یہی انسان اور قرآن کو ملانے والی بنیادی کڑی ہے۔ البتہ جن کو ہم قرآن سے متنفر دیکھتے ہیں تو دراصل قصور ان کا ہے نہ کہ قرآن کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کتنا صحیح ہے "دل بھی زنگ آلود ہوجاتے ہیں جیسے کہ لوہا زنگ آلود ہوجاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، پھر اس کی صفائی کی، اے اللہ کے رسول کیا صورت ہے؟ فرمایا قرآن کی تلاوت اور موت کا تذکرہ۔"

آج کل وہ لوگ جن کا ذوق فاسد اور جن کی طبیعت منحرف ہوچکی ہے ان کا خیال ہے کہ اسلام ایک مقررہ وقت تک کی ہدایت کے لئے آیا تھا، اب وہ وقت ختم ہوچکا۔ اور یہ کہ وہ ایک محدود علاقے کی اصلاح کے لئے آیا تھا اور اب وہ علاقہ؟ دراصل اب ہم بیسویں صدی میں ہیں جو تہذیب و تمدن کا زمانہ ہے اور قرآن جس کا نزول چودہ سو سال پہلے ہوا تھا۔ اب زندگی کی رہنمائی کے لائق نہ رہا۔

تو انسانیت چاہے وہ بیسویں صدی میں ہو یا اور بعد کی صدیوں میں، وہ بہرحال عدل و انصاف، آزادی، مساوات، عسکر، بھائی چارگی اور امن وغیرہ سے بے نیاز تو نہیں رہ سکتی۔

وہ تبدیلی جو مادی چیزوں میں ہو سکتی ہے، وہ عادت میں ہرگز نہیں ہوسکتی۔ عجیب امر تو یہ ہے کہ جو لوگ اسلام سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں وہی عدل و انصاف، حریت، مساوات، علم، بھائی چارگی اور امن وغیرہ کے داعی ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو ہرگز اسلام کی مخالفت نہ کرتے، کیونکہ اسلام مذکورہ اصولوں کی طرف بڑی قوت اور وضاحت کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔

اس تجزیہ سے یہ بات ضروری ہو گئی کہ یہ لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اعتراف کریں۔ یا تو جہل مرکب ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اسلام کی مخالفت پر مجبور ہوئے یا پھر یہ کہ یہ لوگ اپنی خواہشات اور اغراض و مقاصد کے غلام ہیں۔

بہرکیف کسی بھی صورت میں کوئی جاہل زندگی کی رہنمائی کے بالکل لائق نہیں اور اپنی خواہشات کے اسیر و قیدی کو بحث کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔

ان جیسے لوگوں کو قیادت اور سیادت کے شرف سے علیحدہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اصلاحی معاشرہ کے داعیوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے باطل خیالات کو عام مسلمانوں کی حفاظت کے لئے دلائل کے ساتھ غلط ثابت کردیں۔ اور باطل، حق کی غفلت کی حالت ہی میں جاندار ہوتا ہے۔

"آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بلاشبہ باطل تو مٹنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔"

(قرآن کریم)

ان کا یہ خیال ہے کہ وہی عدل و انصاف کے داعی ہیں جبکہ وہ دین عدل ہی کے مخالف ہیں۔

جی ہاں! اسلام دین عدل ہے۔

اللہ رب العزت نے ہی یہ عطا فرمایا۔ اسلام نے اپنے نفس کے ساتھ بھی عدل و انصاف کو فرض قرار دیا جیسا کہ دوسری چیزوں کو مقرر کیا۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ۔

"تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے ...... الا آخر الحدیث"

اسلام نے بچوں کے ساتھ معاملہ میں بھی عدل و انصاف کو فرض کیا، ارشاد نبوی ہے۔

"اپنی اولاد کے درمیان بھی عدل سے کام لو ...."

بیویوں کے ساتھ بھی عدل کو ضروری قرار دیا، ارشاد نبوی ہے۔

"جو شخص اپنی عورتوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام نہ لے گا وہ روز قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک جانب جھکا ہوا ہوگا" وغیرہ وغیرہ

آج ہمارے معاشرہ کو فقر، قحط وغیرہ کا شکوہ ہے اور وطن عزیز کا ایک حصہ ہمارے بدترین دشمن کے قبضے میں ہونے کی وجہ سے وہ کرب و الم میں مبتلا ہے تو یہ سب اللہ رب العزت سے دوری کا نتیجہ ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"وضرب اللہ مثلا قریۃ ...... تا بما کانوا یصنعون"

قرآن کی نظر میں ان تمام امراض کا اصلی سبب یہ ہے۔ اور ان امراض سے بچاؤ کا راستہ ایمان اور تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

"ولو ان اھل القری ...... فاخذنھم بما کانوا یکسبون"

اسلام ان تمام مصائب سے خلاصی کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ اسلام کا مشروط اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ظاہر و باطن ہر صورت میں مکمل رضامندی اور کامل سپردگی ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

"تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک کامل ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ کو حاکم نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے سے کوئی رکاوٹ نہ محسوس کریں اور کامل اطاعت کریں۔"

البتہ جہاں تک غیر مسلم باشندوں کا تعلق ہے تو انہیں ان کا دین مبارک اور ہر کوئی انسانی دین ایسا نہیں ہے جو برائی کے وجود کو برداشت کرے یا اسے پناہ دے لیکن اسلام اپنے عقائد بھی پر زبردستی لاگو نہیں کرتا کیونکہ "دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں" وہ تو بس شریعت اسی کے لئے ضروری قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و رسول تسلیم کرلے۔

از: حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی مرتب فتاویٰ دار العلوم، دیوبند

شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی یاد

غالباً ستمبر ۱۹۳۸ء کی بات ہے خاکسار نے مفتاح العلوم مئو (اعظم گڑھ) سے ابھی شعبان میں فراغت حاصل کی تھی۔ شوق تھا کہ دار المصنفین اعظم گڑھ میں کچھ دن گذاروں، میں نے ڈرتے ڈرتے اپنے اس اشتیاق کا تذکرہ اپنے استاذ کرم شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ سے کیا، فرمانے لگے جب کبھی اعظم گڑھ جانا ہوگا اور سید صاحب (سید العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی) سے ملاقات ہوگی اور موقع ہوگا تو ان سے گفتگو کروں گا۔

استاذ کرم کا اعظم گڑھ آنا جانا برابر ہوتا تھا، چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ حضرت الاستاذ مدظلہ موصوف دار المصنفین تشریف لے گئے اور واپسی کے بعد فرمایا کہ سید صاحبؒ نے ایک طالب علم کی شناخت چاہی تھی جس کو فقہ سے مناسبت ہو، میں نے تمہارا نام پیش کیا بہت سارے سوالات کئے گئے تھے، میں نے انہیں اطمینان دلادیا ہے کہ وہ انشاء اللہ ہر طرح بہتر ثابت ہوگا، اور ساتھ ہی کہا سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ "میں اسے آپ کی خدمت میں بھیجوں گا آپ خود دیکھ سن لیں گے" لہٰذا تم چاہو تو چلے جاؤ، میں نے آمادگی ظاہر کی، مولانا مدظلہ نے ایک تعارفی خط لکھ کر میرے حوالہ فرمایا، ساتھ ہی شیروانی کا ایک کپڑا دے کر فرمایا کہ تم یہ کپڑا مولانا محمد اویس نگرامی کو دے دینا۔

مئو سے اعظم گڑھ کچھ زیادہ دور نہیں، دوپہر میں چل کر سہ پہر میں اعظم گڑھ پہونچ گیا — دار المصنفین حاضر ہو کر پہلے مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی کا نام پوچھا، چنانچہ کسی نے ان کی خدمت میں پہونچا دیا، مولانا محمد اویس صاحب سے یہ میری بالکل پہلی ملاقات تھی، مولانا بڑے تپاک سے ملے، انہوں نے ہی بتایا کہ سید صاحب ابھی موجود نہیں ہیں، جو شاید پرسوں واپس ہوں گے، جب تک واپس ہوں تم یہاں رہو پھر پرسوں آجاؤ گے تو مولانا نگرامی نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا کہ آپ میرے مہمان بن کر یہیں قیام کریں، سید صاحب سے مل کر جائیں، چنانچہ دو روز تک مہمان رہ کر دار المصنفین ہی رہ گیا۔

مولانا نگرامی ان دنوں حضرت سید صاحبؒ کی خدمت میں قرآن کا مطالعہ کر رہے تھے، یہ واقعہ ہے کہ میں مولانا کی محبت و شفقت سے بہت متاثر ہوا، مولانا [illegible] صاحب استاذ دار العلوم ندوہ بھی ان دنوں وہیں مقیم تھے اور آپ بھی سید صاحب کی زیر نگرانی کلام اللہ مستشرقین کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ ان دونوں حضرات سے میری طبیعت مانوس ہوگئی۔

یہ مولانا نگرامی کی نوجوانی کا زمانہ تھا، آپ بڑے خوش طبع، ملنسار، ذی علم اور با اخلاق عالم دین تھے، جس سے ملتے بڑے خلوص سے ملتے، مولانا کا یہ احسان میں نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے مجھے سید صاحب سے ملنے کا طریقہ بتایا اور پھر سمجھایا کہ سید صاحبؒ کا مزاج کیا ہے، اس کی رعایت کتنی ضروری ہے، اور ان کی ہی ہدایات کا نتیجہ تھا کہ سید صاحب سے ملنے کے بعد دل کھل گیا، اور خود سید صاحب بھی بڑی شفقت فرمانے لگے اور تا زندگی یاد رکھا اور خط و کتابت جاری فرماتے رہے، بحمد اللہ آج بھی خاکسار کے پاس سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھے ہوئے کوئی [illegible] خطوط محفوظ ہیں۔

غالباً تین چار دن کے قیام کے بعد میں مئو واپس آگیا، وہاں یہ طے پایا کہ پہلے سال بھر ندوہ میں گذاروں، پھر کوئی آگے قدم اٹھ سکے گا۔ رمضان سر پر تھا میں وطن چلا گیا، رمضان کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی بیماری کی وجہ سے ندوہ نہیں جاسکا طویل بیماری سے جب شفا پائی تو حضرت سید صاحبؒ کے ایما اور حضرت الاستاذ مدظلہ کی طلب پر مئو آگیا، اور یہ پورا سال درس و تدریس میں وہیں مفتاح العلوم میں گذارا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کے مراتب زیادہ سے زیادہ بلند فرمائے، جو مجھے اپنا استاذ کہتے اور مانتے رہے، وہ اس سال [illegible] ہیں، یہ دونوں عالم دین اور اونچے درجے کے استاذ ہیں، اور جب مجھے اپنا استاذ بتاتے ہیں تو میں اپنی کم علمی کی وجہ سے شرما جاتا ہوں مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ دل سے ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں، مولانا سید ابو الحسن علی [illegible] کی ایک علمی [illegible] ادب اور حسن سلوک سے بڑا متاثر ہوتا رہا، جب جب ندوہ حاضری ہوئی انہوں نے بڑی آؤ بھگت کی اور ایک مخلص شاگرد کی طرح تعظیم و تکریم کی، اس لئے ان سے خصوصی طور پر قلبی لگاؤ ہے، اور ان کے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں بھی دینی حمیت باقی ہے۔

ایک سال گذر کر جب دوسرا سال آیا تو میں شوال (دسمبر ۱۹۳۹ء) میں دار المصنفین اعظم گڑھ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر آپ کے مشورہ سے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ گیا اور وہاں ایک آخری سال تخصص میں داخلہ لیا۔

اس وقت بے ساختہ استاذ محترم شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آرہے ہیں جنہوں نے میرا داخلہ امتحان لیا تھا، اور حضرت مولانا محمد ناظم صاحب مدظلہ العالی ندوی نے حدیث کا اور [illegible] تذکرۃ ادب کا، دونوں اساتذہ بڑی شفقت فرماتے تھے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کسی سے خاکسار کا تعارف کراتے تھے تو بہت اونچے کلمات فرماتے تھے ایسے کہ میں شرم سے گردن جھکا لیا کرتا تھا۔

ندوہ میں داخل ہو کر میں پڑھنے لگا، ابھی کوئی ایک ڈیڑھ ماہ گذرا ہوگا کہ مولانا محمد اویس صاحب نگرامی بحیثیت استاذ تفسیر تشریف لائے، جب ان سے ملا اپنی عادت کے مطابق بڑے خلوص و محبت سے ملے، پھر دوسرے تیسرے دن جا کر فرمانے لگے کہ میں آپ کو خط لکھنے والا ہی تھا اچھا ہوا یہاں ملاقات ہوگئی، پہلے میری خوب تعریف و توصیف کی، پھر کہنے لگے نگرام میں ہمارا ایک عربی مدرسہ ہے وہاں ایک صدر مدرس کی ضرورت ہے اس کے لئے آپ سے بہتر دوسرا نظر نہیں آتا ہے، میری رائے ہے کہ یہاں پڑھنے کے بجائے وہاں جا کر پڑھائیں، مشکوٰۃ، ہدایہ جیسی کتابیں آپ کے ذمہ ہوں گی اس سے آپ کی استعداد میں بڑا اضافہ ہوگا اور اس وقت آپ کا منشا بھی مطالعہ ہی ہے لہٰذا مدرس کی حیثیت سے مطالعہ زیادہ بہتر رہے گا۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ مولانا کی باتیں کس قدر دلنشیں ہوتی تھیں، انہوں نے مجھے نگرام کے لئے بالآخر دو چار ملاقات کے بعد آمادہ کر لیا، ابھی میں نگرام نہیں گیا تھا کہ حضرت سید صاحبؒ ندوہ تشریف لے آئے، جب یہ خبر آپ کو ملی تو مجھے مہمان خانہ میں بلایا، پہلے خیریت معلوم کی پھر نگرام کا تذکرہ نکلا، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش نہیں تھی کہ میں تعلیم سے کنارہ ہوں اور ملازمت کے نام پر نگرام جاؤں۔ مگر وعدہ کر چکا تھا اس سے ہٹنا میرے لئے مشکل ہو گیا، گو یہ میں بہت پچھتانا پڑا۔ جب سید صاحبؒ نے محسوس کر لیا کہ میرا رجحان مدرسی کا ہی ہے، تو پھر اس کے نشیب و فراز سے واقف فرمایا اور اجازت دیدی، یہ بھی فرمایا کہ میں نے مولانا اویس سلمہ سے کہہ دیا ہے کہ وہاں تم کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

اخیر اکتوبر یا ابتدائے نومبر ۱۹۳۹ء میں مولانا اویس صاحبؒ کی نگرانی و رہنمائی میں نگرام پہونچا، اس زمانہ میں نگرام تک لکھنؤ سے کچی سڑک جاتی تھی، بس بڑی مصیبت سے وہ مسافت طے کرتی تھی، الحمد للہ بخیریت نگرام [illegible] پہونچا، یہ یاد پڑتا ہے کہ بعد نماز عصر مدرسہ معدن العلوم نگرام کے مہتمم حضرت مولانا محمد انیس صاحبؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ مولانا وجیہ شکیل آدمی تھے، اور مولانا اویسؒ کے والد ماجد، اور ذی علم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔

میں دیکھنے میں بالکل نوجوان کم عمر تھا، ڈاڑھی کے بال نکلتے ہی تھے، مگر مولانا محمد انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس محبت و شفقت سے ملے اس کی یاد اب تک تازہ ہے، پہلی ملاقات بہت بڑے عمدہ انداز میں، انہوں نے یہ بات ذہن نشین کی کہ مولوی کسی کا نوکر نہیں ہوا کرتا ہے مدرس کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے کو نوکر نہ سمجھے اور ہم کو بھی روا نہیں کہ علماء دین کو جو روپے دیتے ہیں نوکر سمجھیں بلکہ وہ فرماتے تھے کہ مولوی کی کوئی قیمت ادا نہیں کرسکتا ہے۔

اس زمانہ میں مولانا صاحبؒ کے بال بچے مستقل نگرام میں رہا کرتے تھے اس لئے مولانا کا آنا جانا برابر ہوتا تھا، جب نگرام آتے تو لازمی طور پر خاکسار سے ضرور بار بار ملتے مولانا کے بچوں میں سے مکتب میں پڑھنے کے لائق اس وقت عزیز شعیب سلمہ تھے وہ حفظ کر رہے تھے، میاں یونس سلمہ بہت چھوٹے تھے اور ہارون سلمہ [illegible] ایک سال کے بعد پیدا ہوئے اس وقت مولانا کی اولاد یہی سب [illegible] حمیدہ سلمہا تھیں۔

نگرام کے مدرسہ معدن العلوم میں میرا قیام بحیثیت صدر مدرس کم و بیش چار سال رہا، یہ وقت مجھے خوب یاد ہے، انگریزوں کی حکومت تھی، نگرام سے مجھے یاد آتا ہے کہ دسمبر ۱۹۴۲ء میں اخیر مرتبہ وطن آیا، اس کے ایک دو ماہ کے بعد مجھے پھر جانا نہیں ہوا یہ زمانہ ہندو مسلم کشیدگی کا تھا، دیہاتوں میں مسلمانوں کے لئے سفر کرنا بڑا دشوار مسئلہ تھا، اس وقت سفر پر چلتے کر کے نکلنا پڑتا تھا کہ واپسی ہوگی یا نہیں خدا ہی بہتر جانتا ہے

مولانا اویس صاحب ندوی جب بھی نگرام آتے، قرآن سے متعلق آپس میں مختلف مسائل پر گفتگو رہتی تھی مولانا [illegible]

(باقی [illegible])

خاندانِ رسالتؐ کے بعض افراد

از ——— (طلحہ بن ابوسلمہ ندوی کلکتہ)

نضر بن کنانہ جو حضورؐ کے جد اعلیٰ ہیں ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے بعد میں قبیلہ قریش کئی بڑے بڑے خاندانوں میں منقسم ہو گیا، جیسے بنی ہاشم، بنو امیہ وغیرہ حضورؐ کے جد اعلیٰ ہاشم جو قبیلہ قریش ہی کی ایک معزز ہستی تھی جن کے نام کی مناسبت سے پورے ایک خاندان ہی کا نام بنو ہاشم پڑ گیا۔

ہاشم طبعاً بہت ہی سنجیدہ مدبر، سیاست داں، اور حاتم وقت تھے چنانچہ انہیں اونٹوں کے نتیجہ میں وہ حاجیوں کی دل کھول کر ضیافت کرتے اور ان کے پینے کے لئے چمڑوں کے حوضوں میں پانی بھرواتے تھے ہاشم کے تدبر کی بنا پر پورا عرب ان کا لوہا مانتا تھا اور اسی لئے وہ اپنی قوم کے منتخب امیر تھے اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے اپنی قوم کے لئے جس قدر فلاح و بہبود کی کوشش فرمائی اس کا اندازہ ان واقعات سے ہوتا ہے، اہل قریش جن کا آبائی پیشہ تجارت تھا اور جنہیں اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ دوسرے ملکوں میں سفر کرکے بھی اپنا سامان تجارت فروخت کرسکیں ہاشم نے ان کی سہولت کے پیش نظر نجاشی (شہنشاہ حبش) اور شہنشاہ قیصر والی مصر و شام سے اس بات کا پروانہ اجازت حاصل کر لیا کہ ان کی قوم کے لوگ ان بادشاہوں کے حالات سلطنت میں بھی اپنے کاروبار کے سلسلے میں بے روک ٹوک جا کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ اس کے بعد وہ عرب کے مختلف قبائل کے یہاں تشریف لے گئے اور ان سے بھی اسی سلسلہ میں معاہدہ کیا، ہاشم نے مدینہ میں قبیلہ بنی نجار میں شادی کی اس سے ایک لڑکا عامر تولد ہوا جو بعد میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ وہی عبدالمطلب ہیں جو ہمارے حضورؐ کے دادا ہیں، انہوں نے بھی جوان ہو کر بہت کچھ کیا جو ان کے والد نے کیا تھا۔ کعبہ کا انتظام بھی ان ہی کے سپرد تھا۔ چاہ زمزم جو پٹ چکا تھا انہوں نے صاف کرایا تھا۔ حضرت عبدالمطلب بڑے ہی خوش نصیب تھے بڑی عمر بھی پائی تھی انہوں نے چھ شادیاں کیں جن سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ فاطمہ بنت عمرو سے شادی کی تو اس سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں (لڑکوں میں) عبداللہ (حضورؐ کے والد ماجد) زبیر، ابو طالبؓ۔ لڑکیوں میں عاتکہؓ، امیمہؓ، بیضاء و برّہ۔ دوسری شادی نُتیلہ بنت کلیب سے کی ان سے دو لڑکے عباس اور ضرار پیدا ہوئے اس کے بعد ہالہ بنت وہیب سے کی تو ان سے دو لڑکے حمزہ اور مقوم اور ایک لڑکی صفیہ ہوئیں۔ اس کے بعد بنی خزاعہ کی ایک عورت سے شادی کی اس سے ابولہب پیدا ہوا اس کے بعد صفیہ بنت جندب سے شادی کی اس سے دو لڑکے حارث اور اروی پیدا ہوئے سب سے آخر میں خزاعیہ سے شادی کی تو اس سے ایک لڑکا غیداق پیدا ہوا۔

عبداللہ: عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں حضرت عبداللہ سب سے پیارے اور چہیتے تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں امیر بنی زہرہ کی صاحبزادی حضرت آمنہ سے شادی ہوئی۔ شادی کے بعد بہت تھوڑے عرصہ آپ زندہ رہے، چونکہ دعائے خلیل اور نوید مسیحا کی تشریف آوری مقدر ہو چکی تھی اس لئے حضرت آمنہ کا بطن اسی ہادی اعظم کے تولد کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کا انتقال پُر ملال ہوا تو حضرت آمنہ کو ان سے حمل قرار پا چکا تھا جو عبداللہ کے مرنے کے تھوڑے ہی روز بعد اس دنیا میں رونق پذیر ہوئے اور عبدالمطلب کی خواہش پر روایات عرب کے خلاف آگیا، اسم گرامی محمد رکھا گیا (یہی ہیں سرور کائنات فخر دو جہان ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی ولادت باسعادت [illegible] میں ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ ہوئی۔

زبیر بن عبدالمطلب یہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے جواں مرد اور بہادر لوگوں میں سے تھے ان کی کنیت ابوطاہر تھی آپ بڑے شاعر بھی تھے، ان کے لڑکے عبداللہ بن زبیر عہد اسلام میں مسلمان ہوئے یہ لاولد تھے۔

ابوطالب بن عبدالمطلب حضورؐ کے بہت پیارے چچا ہیں ان کی شادی فاطمہ بنت اسد سے ہوئی ان سے چار لڑکے علی، جعفر، عقیل اور طالب پیدا ہوئے۔ عقیل جعفر سے دس سال بڑے تھے اور جعفر علی سے دس سال بڑے تھے سوائے طالب کے یہ تمام حضرات صاحب اولاد تھے ابوطالب ہجرت رسولؐ کے تین سال پہلے وفات پا گئے ان کی اہلیہ محترمہ حضورؐ پر ایمان لائی تھیں۔

عباس بن عبدالمطلب واقعہ فیل کے تین سال پہلے پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ حضورؐ سے بہت ہی کم چھوٹائی بڑائی تھی۔ خدا کے فضل سے آپ نے بڑی عمر پائی، اور خلافت عثمانؓ تک زندہ رہے اخیر عمر میں آپ کی آنکھیں نابینا ہو گئی تھیں عقبہ کے روز بھی حضورؐ کے ساتھ ہی تھے۔ حضورؐ نے فتح مکہ کے روز حضرت عباسؓ کو (سقایہ) اور زمزم پر مامور کیا۔ ۸۸ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی۔ جنازہ کی نماز حضرت عثمانؓ نے پڑھائی اور آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے آپ کو قبر میں اتارا۔ حضرت عباسؓ نے لبابہ بنت حارث ہلالیہ سے شادی کی ان سے پانچ بیٹے اولادیں ہوئیں حضرت عبداللہؓ دنیائے اسلام میں ماہتاب بن کر چمکے۔

حمزہ بن عبدالمطلب آپ کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ عرب کی روایات کے مطابق ثویبہ نے ان کو دودھ پلایا تھا ان کی شادی زینب بنت عمیس الخثعمیہ سے ہوئی تھی جس سے صرف ایک ہی لڑکا ہوا جس کا نام عمارہ تھا۔ حضرت حمزہؓ بڑے بہادر اور بڑے ہی جنگجو تھے اسی لئے ان کو شیر اسلام کہا جاتا ہے معرکہ بدر و احد میں بڑے بڑے سورماؤں کے پتے پانی ہو گئے معرکہ بدر میں بہادر شیبہ بن ربیعہ، طعیمہ بن عدی، اور سباع الخزاعی کو انہوں نے قتل کیا تھا معرکہ احد میں آپ وحشی جو طعیمہ کا غلام تھا کے ہاتھوں شہید ہوئے چچا کے رشتے سے حضورؐ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

ابولہب بن عبدالمطلب اس کا اصل نام عبدالعزیٰ اور اس کی کنیت ابوعتبہ تھی چونکہ یہ بہت خوبصورت تھا اس لئے بعد میں ابولہب کے نام سے مشہور ہوا اس کی شادی مشہور قریشی سردار ابوسفیان بن حرب کی بہن جمیلہ بنت حرب سے ہوئی تھی اس سے اس کے تین لڑکے عتبہ، عتیبہ اور معتب ہوئے حضورؐ نے اپنی چہیتی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عتبہ سے کر دی تھی لیکن ابولہب نے حضورؐ سے دشمنی کی بنا پر اپنے بیٹے عتبہ کو طلاق پر مجبور کر دیا اور بالآخر اس نابکار نے طلاق دے دی۔ اس کی کنیت ابوواسع تھی اس نے اپنے بعد دو لڑکے اور چند لڑکیاں چھوڑیں ابولہب کا دوسرا لڑکا عتبہ بعد میں آغوش اسلام میں آ گیا تھا۔

حارث بن عبدالمطلب یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ عبدالمطلب ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان ہی کی کنیت سے مشہور بھی تھے۔ زمزم کی تلاش میں انہوں نے بہت کام کیا تھا۔ ان کے چھ لڑکے تھے، ابوسفیان بن حارث، مغیرہ بن حارث، نوفل بن حارث، ربیعہ بن حارث، عبیدہ بن حارث، اور اروی و عبد شمس بن حارث۔ ابوسفیان بن حارث جو حضورؐ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے حضورؐ سے بہت محبت رکھتے تھے لیکن اعلان رسالت کے بعد کچھ دنوں تک حضورؐ کے مخالف بنے رہے، پھر غزوہ حنین کے قریب ہی اور حضورؐ پر ایمان لائے ان کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم حمزہ کے خلیفہ اور جنت میں نوجوانوں کے سردار ہو گے۔

ضرار بن عبدالمطلب اسلام سے قبل لاولد انتقال کر گئے۔ شاعر بھی تھے۔

مقوم بن عبدالمطلب یہ بھی صرف ایک لڑکی چھوڑ کر قبل از اسلام انتقال کر گئے جن کی شادی عبداللہ بن مسروح سے ہوئی۔

آپ کو کیا چاہیئے۔؟

اگر آپ۔ دینی کتب کی تلاش میں ہیں۔؟ اگر آپ۔ اردو، ہندی، عربی، بنگلہ، انگریزی کی کتابیں مناسب ہدیہ پر خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ۔ بہتر مطبوعات پڑھنا چاہتے ہیں ——— تو ——— [illegible]

پتہ: ناظم مکتبہ رشیدیہ سیمل گرام گلشی (بردوان)

علامہ [illegible]

یہ چراغ لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ابو یوسف عبید اللہ کا شمار خود زاہد و عابد ماوردیوں میں ہوتا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک شیخ بزرگ کی خدمت میں چند دن گذارنے کا موقع ملا ان کی شکل و صورت اخلاق و اطوار سے خوب متاثر ہوا۔ ان کا معمول تھا کہ رات کا اکثر حصہ تہجد و نوافل میں گذارتے سخت گرمیوں میں بھی روزہ رکھتے۔ جب شام ہوتی وہیں ڈیرا ڈال دیتے۔ دو کبھی کسی دوسرے کا کھانا کھا لیتے مجھے بھی شرکت کی دعوت دیتے لیکن میں نامناسب سمجھتا۔

انہوں نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو گدھا لے جاتے ہوئے دیکھا مجھ سے کہا جاؤ اُسے خرید لو میں خریدنے کے لئے چل پڑا لیکن رنج بھر ہو چکا بازار پہنچے تو شیخ نے روکے نہیں۔ بہر حال میں نے مالک سے معاملہ کیا تو وہ تیس درہم پر راضی ہو گیا میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا واقعہ بتایا کہا کہ یہ تو دور نکلی و سبیل کی تو توقع رکھو میں نے کہا حضور قیمت ہے فرمایا خدا کا نام لو جیب میں ہاتھ ڈالو اور قیمت ادا کر دو میں نے ایسا ہی کیا تو جیب میں ۳۰ ہی درہم نکلے نہ کم نہ زیادہ میں نے قیمت ادا کر دی اور گدھا لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہا کہ تم سواری کرو میں نے عرض کیا حضور اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اب وہ سوار تھے اور میں ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا جب رات ہوتی تو جہری نوافل و اذکار میں مشغول ہو جاتے اس طرح ہم عسقلان پہونچے وہاں ایک دوسرے بزرگ سے ملاقات ہوئی یہ دونوں خلوت میں باتیں کرتے تھے اور روتے جاتے تھے جب جدائی کا وقت آیا تو ہمارے شیخ نے کہا حضور مجھے وصیت کیجئے انہوں نے فرمایا تقوی اختیار کرو اگر مشتبہ نظر ہو وقت ذکر کرتے رہو ہمارے شیخ نے درخواست کی مزید فرمائیں فرمایا اگر تم اعمال حسنہ پر جمے رہو گے تو آخرت میں تمہارا استقبال ہوگا۔ پھر اندر زہد و قناعت کی صفت پیدا کرو تاکہ دنیا کے دھوکے سے محفوظ رہو۔ پھر یہ خیال رکھو کہ دنیا میں دولت دنیا شمع کی مانند ہے جو اس کے قریب ہو ڈاکہ ڈالتا ہے جو آخرت کا اعتبار کرے وہ دنیا داری کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتے وہ دنیا کی لذتوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر تم اپنے اوپر رحمت ہو گئے تو ہمارے ایک شیخ سے رجوع کرو جو محمد کو نکلے بڑی عظمت و مقام کے مالک ہیں۔ یہ کہہ کر فرمایا وہ بڑا مشہور ہیں۔

پھر ہم عسقلان سے روانہ ہو کر مکہ آئے جب شام اسٹیشن میں پہونچے تو وہ اپنی سواری سے اترے اور فرمایا تھوڑی دیر رک جاؤ تاکہ ہم بیت المقدس کی زیارت کر لیں وہ تو چلے گئے سواری میرے ہی پاس چھوڑ گئے ایک اجنبی آیا اور سواری کا سودا کرنے لگا میں نے اس کی قیمت ۳۰ درہم بتایا وہ لینے پر آمادہ ہو گیا تو میں نے کہا اگر ہے صاحب یہ میری سواری نہیں ہے بلکہ میرے ایک رفیق سفر کا ہے جب وہ آئیں تو معاملہ صاف کر لینا جب شیخ واپس ہوئے تو میں نے واقعہ دہرا دیا فرمایا اگر تم زیادہ قیمت پر بیچتے تو خدا انہیں بھی زیادہ نصیب فرماتا اچھا اب معاملہ کر چکے ہو تو سواری اس کے حوالے کر دو ۳۰ درہم لے کر میں نے سواری اسی شخص کے حوالہ کر دی درہم میں نے شیخ کو دینا چاہا تو انکار کیا اور فرمایا تم اپنی ضروریات کے لیے رکھو پھر ہم شہر اسٹیشن میں ایک جگہ کرایہ پر ٹھہرے اور کچھ دنوں تک رکے رہے۔ ایک دن شیخ نے قلم و دوات منگایا اور دو رقعے لکھے ایک رقعہ دیا اور فرمایا عباد بن عباد کی خدمت میں چلے جاؤ ان کو میرا سلام کہو اور یہ رقعہ ان کے حوالے کر دینا دوسرا رقعہ بھی دیا اور فرمایا اسے یوم آخرت میں کھولنا جب میں رقعہ لے کر عباد بن عباد کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی مجلس میں لوگوں کا ہجوم غفیر تھا میں نے مکتوب ان کے حوالے کر دیا جس کی عبارت ذیل عبارت میں مرقوم تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد!

عباد میں تمہیں اس دن کی ہولناکی و تنگدستی سے ڈرانا چاہتا ہوں جس دن لوگوں کے پاس ذخیرہ اور خزانہ ہوگا آخرت کا افلاس دلفریبیا ہے کہ دنیا کی ساری دولتیں اس کا بدل نہیں ہو سکتیں۔ وہاں کی مصیبت اتنی ہیبت ناک و خوفناک ہوگی کہ دنیا کی مصیبتیں اس کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں میں تمہارا خیر خواہ ہی کے پیش نظر یہ ساری باتیں بتا رہا ہوں۔ بہت جلد اب میں اس دنیا سے فانی سے کوچ کرنے والا ہوں۔ میرے جنازہ کی نماز تم ہی پڑھاؤ گے۔ تجہیز و تکفین کا انتظام تم ہی انجام دینا۔"

سلام کے بعد کچھ عرصہ گزر گیا کہ شیخ اس وقت کہاں ہیں؟ میں نے کہا مقام اسٹیشن میں۔ پوچھا کیا ان کی طبیعت علیل ہے؟ میں نے کہا نہیں تو۔ ابھی تو وہ صحت مند ہیں۔ جب لوگ ان سے ملنے آئے تو وہ تہہ بند ڈالے چہرے پر کپڑا ڈھکا تھا روح پرواز کر چکی تھی میں بے حد متعجب تھا کہ ابھی تو شیخ سالم، تندرست و توانا تھے تو کیا سے کیا ہو گیا تکفین و تدفین کے بعد لوگوں کا ہجوم چھٹ گیا۔ اور معاملہ ختم ہوا۔

دوسرا رقعہ یوم آخرت کے موقع پر حسب ہدایت میں نے کھولا اور پڑھا تو اس میں ذیل باتیں لکھی تھیں۔

"میرے بھائی اللہ تمہیں تمہارے احسانات کا بہترین بدل عطا فرمائے اس کا بدلہ تمہیں ایک ایسے دن ملے جس دن لوگ اعمال کے لئے ترسیں گے

خدا کرے کہ تم ہماری صحبت و محبت سے فائدہ اٹھا سکو۔ تم بیت المقدس چلے جانا ہماری میراث ہمارے وارث کے سپرد کر دینا۔"

یہ سخت کٹا کشی میں پڑ گیا تو خیال آیا کہ معاملہ ہے کہ یا بیت المقدس کیسے جاؤں تو میں دوسرا مسلم نہیں جگہ کا ٹھکانا بھر مجھا بہت دیہاڑی سے کام لیتے ہوئے چل پڑا جب بیت المقدس میں پہونچا تو تھا کہ فقراء و مساکین کا ایک حلقہ نظر آیا ابھی سستا رہا تھا کہ بیچ میں سے ایک آواز آئی میں متوجہ ہوا اسکی صورت بالکل ہمارے شیخ سے ملتی جلتی تھی میں نے میراث (پیالہ، جباب، عصا) ان کے حوالے کر دیا اور چلتا بنا ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ خیال ہوا کیوں نہ ان سے بھی چند دنوں رہ کر استفادہ کیا جائے پھر جلد وہیں لوٹا مجمع کا چکر لگا رہا تھا لیکن وہ بزرگ نظر نہ آئے کئی دن آئے۔ چند دنوں بیت المقدس ہی میں حیران پریشان مارا مارا پھرتا رہا، جب کوئی امید باقی نہ رہی تو تھکا ہارا عراق واپس لوٹ آیا۔

(صفوۃ الصفوۃ)

بقیہ صفحہ۔ شیخ التفسیر ۔۔۔۔۔۔۔

سے شغف تھا۔ دار المصنفین میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو استفادہ کیا تھا اس کا خلاصہ یادداشت کی صورت میں مولانا کے پاس محفوظ تھا جسے خاکسار نے بارہا دیکھا بھی ہے۔

میرے بچپن ہی ہوتے ہوئے مولانا محمد اویس صاحبؒ اگرچہ ندوہ سے استعفا دے کر گھر آ گئے تھے، وہ زمانہ مولانا عمران خاں صاحب ندوی کے اہتمام کا تھا غالباً ان سے کسی مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے علیحدہ ہوئے تھے، مولانا عمران خاں صاحب کے بعد آپ دوبارہ بحیثیت مدرس ندوہ بلائے گئے اور اس وقت سے زندگی کے اخیر تک ندوہ سے وابستہ رہے اور مختلف شعبوں کے طلبا، علوم وغیرہ سے آپ سے استفادہ کیا، اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا مرحوم کے ذریعہ سے کافی مخلوق کو ہدایت ملی مولانا کے والد مرحوم مولانا محمد یسین صاحبؒ سے جو خود بڑے بزرگ تھے بہت سے لوگوں نے ان کے ذریعہ اصلاح کی مسلمان گھر گھر بیعت تھے سال میں ان کا دورہ ان دیہاتوں میں ہوتا تھا مولانا محمد اویس صاحب بھی اس سفر میں ساتھ ہوتے تھے، خاکسار کو بھی ایک سال ایسے سفر میں مولانا کی ہمرکابی کی سعادت حاصل رہی مولانا مرحوم اپنے والد سے بیعت تھے انہیں عمر ان کی کے والد ماجد نے قائم مقام ہونے کے بیعت کرنے کی اجازت دے دی تھی، پھر بعد اجازت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ سے بھی حاصل ہوئی، چنانچہ اس کے بعد مولانا بھی بیعت و ارشاد کی خدمت انجام دیتے تھے اور سیکڑوں مسلمان آپ سے بیعت کا شرف رکھتے تھے۔

مولانا بلند اخلاق تھے وہ ملنے جلنے والوں اور رشتے داروں سے بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ ملتے تھے۔ سہ ماہی جشن کے موقع سے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی طلبی پر جب رجب ۱۴۲۱ھ میں ندوہ میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مولانا بہت عرصہ سے بیمار چل رہے ہیں اور اس وقت ہسپتال میں زیر علاج ہیں، دار العلوم ندوہ کے ایک استاذ کو ساتھ کر کے ملاقات کے لیے ہسپتال حاضر ہوا مولانا کے چہرہ پر بڑی بیماری طاری تھی کو بیماری نے نڈھال کر دیا تھا۔ دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آیا خود مولانا مرحوم بھی ضبط نہ کر سکے ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ خیریت دریافت کی مولانا نے خاکسار سے بھی دریافت فرمایا کہ کیسے آنا ہوا، اور کب آئے، میں نے بتایا کہ تحفہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی علمی کتابوں کی ترتیب و تعارف کی خدمت کے سلسلہ میں حاضری ہوئی ہے۔

آخری ملاقات ندوہ کے سہ ماہی جشن کے پہلے دن ندوہ میں ہوئی، جہاں پر نہیں جشن کی تشریف ساتھ کہیں جانی تھی، میں دن اخبار میں مولانا کی وفات کی خبر پڑھی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، دیکھتے ہی دیکھتے علم کا خزانہ منوں مٹی میں دفن ہو گیا۔ دعا ہے اللہ تعالی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

از: شمس تبریز خاں

مطالعہ کی میز

روداد چمن: از محمد الحسنی مدیر "البعث الاسلامی" صفحات ۲۹۲ قیمت ۱۵ روپے

پتہ: مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

مولانا محمد میاں صاحب، مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کے طرز تحریر کے کامیاب پیرو ہیں۔ ان کے اسلوب میں شگفتگی و رچنگی، شائستگی اور خوش سلیقگی اور ان سب سے بڑھ کر ایک داعی کا جوش و خروش اور ایک اہل دل اور اہل درد کا سوز و اخلاص عجب بہار رکھتا ہے۔

موجودہ کتاب بھی ان خصوصیات کی حامل ہے۔ اصلاً تو ندوۃ العلماء کے یادگار زمانہ بچاسی سالہ اجلاس اور جشن تعلیمی کی مفصل روداد ہے لیکن اپنے بیش قیمت مواد و مضامین اور طرز نگارش کے لحاظ سے کسی مستقل کتاب سے کسی طرح کم نہیں۔ بقول

اضافۂ کرشمت تنظیری کتاب شد

مؤلف نے اس کتاب میں صرف اجلاس کی رپورٹ ہی نہیں مرتب کی ہے بلکہ اسے رپورتاژ اور آنکھوں دیکھا حال بنا دیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ قاری اپنے کو شریک اجلاس محسوس کرنے لگتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ سب واقعات و حالات اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں اور وہ ان کا عینی شاہد و مشاہد ہے۔ اس کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی سطر سطر سے اسلامیت کا جوش و ولولہ اور اصلاح حال کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اور ملت کے فکر و عمل کا جمود ٹوٹتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ روداد ان لوگوں کے کام کی بھی ہے جو شریک اجلاس تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو شریک نہ تھے کیونکہ تفصیلی کھانا [illegible] منتخب [illegible] کی مکمل فہرست، خطبۂ استقبالیہ، خطبۂ صدارت، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی کا خطبہ، مولانا علی میاں کا افتتاحی تقریریں، مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی تقریر، اور مولانا علی میاں صاحب کی صبح کی وہ تقریریں بھی زینت کتاب ہیں جو ایک مردِ حق کی فغاں صبحگاہی کا اثر رکھتی ہیں۔

کتاب میں کتابت و طباعت کا اعلیٰ معیار قائم کیا گیا ہے طباعت آفسیٹ کی ہے اور کتاب میں اجلاس کی بیسیوں تصاویر موجود ہیں، ٹائیٹل پر ہفت رنگ کی جلوہ گری موجود ہے اور اتنا خوبصورت ہے کہ مؤلف نے اسے مستقل فریم بھی کرا دیا ہے۔ امید ہے کہ شائقین اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

اکابر کا سلوک و احسان: (افادات حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ) مرتبہ محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ، صفحات ۱۲۳

قیمت، درج نہیں۔ پتہ: (ہندوستان میں) مکتبہ اسلام گوئن روڈ، لکھنؤ

کتاب حضرت شیخ مدظلہ کی تصنیفات و مکتوبات اور افادات سے مرتب کی گئی ہے۔ فصل اول تصوف کی حقیقت اور اس کے ماخذ کی وضاحت پر مشتمل ہے اور سب سے مفصل ہے اور اس میں شواہد و دلائل سے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ تصوف کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ اسی میں اکابر علماء و مشائخ کے تائیدی بیانات بھی درج کر دئے گئے ہیں، دوسری فصل سلوک کے موانع اور تیسری آداب مریدین پر ہے۔

شروع میں حضرت مولانا ابو الحسن علی صاحب مدظلہ کے قلم سے ایک تفصیلی مقدمہ ہے جو ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور جس میں بڑی خوبی کے ساتھ تصوف پر ہونے والے اعتراضات کا دفاع کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ ماضی قریب کے اکابر علماء و مشائخ کی آخری یادگاروں میں ہیں ان کے افادات میں سادگی اور بے تکلفی کا عنصر ہمیشہ موجود رہتا ہے، یہ کتاب بھی اس سے خالی نہیں بلکہ واقعاتی اور قصصی اسلوب میں ہونے کے سبب اس کا ایک ایک حرف دل میں اتر جاتا ہے کتاب بہترین آفسیٹ پر چھپی ہے اور حسن طباعت کا نمونہ ہے۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے سیمے کے آفسیٹ پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

پاکستان سے گزشتہ ماہ یہ افسوسناک خبر سننے میں آئی کہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کا کراچی میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کو آجکل پاکستان کے مفتی اعظم کی حیثیت حاصل تھی، دیوبند میں انکے اساتذہ میں مفتی عزیز الرحمن صاحب، علامہ انور شاہ کشمیری، اور مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے رہے تھے، وہ فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں مدرس ہوئے اور تقریباً ۲۰ سال تک مفتی عزیز الرحمن صاحب کی نیابت کرتے رہے۔ حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے تھے مگر آپ پر علمی اور فقہی رنگ غالب تھا۔ مسئلہ اجتہاد، مسئلہ تصویر، اسلام کے زرعی نظام، اور اس جیسے بہت سے جدید اہم موضوعات پر نہایت بلند پایہ تحقیقی کتابیں ان کے قلم سے نکلیں، فتاوی دار العلوم دیوبند میں بہت سے فتاوی آپ کے قلم سے بھی شائع ہوئے۔ کراچی میں دار العلوم قائم کیا اور ایک بلند پایہ رسالہ "البلاغ" جاری کیا جسے اپنے لائق صاحبزادے مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کے ساتھ مل کر مرتب کرتے تھے۔

ان کی وفات سے پاکستان کے ساتھ ہندوستان کے علمی و دینی حلقے میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ آسانی سے نہیں بھر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ملت کو انکا بدل عطا کرے۔

ایک خادم علم ندوی:

پچھلے چوک و زنہ جبر [illegible] ندوۃ العلماء کے جشن تعلیمی کے موقع پر فرزندان ندوہ کے نام اور انکے کام سے جو جائزہ مرتب ہوئے تھے ان میں کچھ نام درج ہونے سے رہ گئے، ان میں ایک نام مولانا اکرم علاری ندوی کا بھی ہے۔ ایک عرصے سے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کے ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا بھی انہیں ذوق ملا ہے اور انکی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں جن کے نام یہ ہیں: خاتم النبیین، قرآنی کیمیا، معمولات حج، نظام حکومت اسلامی اور ساتھ ہی سے شعرا دہلی، عادات النبی، ابھی مرتب کئے ہیں اور آجکل ایک بڑی اسلامی ہجری تقویم تیار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی علمی کوششوں کو قبول فرمائے۔

روداد چمن

ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ جشن تعلیمی کی مفصل روداد

مرتبہ: مولانا محمد الحسنی ندوی

مدیر البعث الاسلامی (دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

○ ایک دستاویز ——— ○ ایک کہانی ——— ○ ایک پیغام

ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی (منعقدہ نومبر ۱۹۷۵ء) کی تفصیلی رپورٹ جس کا آپ کو شدت سے انتظار تھا منظر عام پر آگئی ہے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

کے ایماء پر یہ روداد مرتب کی گئی ہے جس میں شیخ الازہر کا خطبۂ صدارت، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا تاریخی خطبۂ استقبالیہ اور اجلاس کی دوسری تقریریں، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی کے قلم سے ندوۃ العلماء کے ماضی، حال اور مستقبل کا خاکہ، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے صبح کے وقت کئے ہوئے ایمان افروز بیانات، اہم تقریروں اور مقالات کے خلاصے سب شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اجلاس کے وسیع انتظامات و تیاریوں اور اجلاس کے مناظر کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے پڑھنے والا خود اجلاس میں شریک ہے اور تمام مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

پوری کتاب دار العلوم کی خوبصورت عمارتوں کی تصاویر نیز دوران اجلاس نماز جمعہ کے دلفریب منظر سے مزین ہے۔

○ خوبصورت رنگین ٹائیٹل ——— ○ دیدہ زیب گٹ اپ

ضخامت: ۳۰۰ صفحات (علاوہ تصاویر) قیمت: مجلد صرف ۱۵ روپے

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ
(۲) کتب خانہ [illegible] جامع مسجد [illegible] دہلی

عالم اسلام

سعودی عرب میں غیر شرعی لباس پر پابندی

(محمود الازہار ندوی ایم۔ اے)

سعودی عرب کے شاہ خالد نے غیر شرعی رجحانات کے خلاف ایک انتباہ میں غیر شرعی لباس پر پابندی عائد کر دی ہے انہوں نے بعض رجحانات اسلامی روایات اور اسلامی اقدار کے منافی بتاتے ہوئے خواتین کے لباس پر تنقید کی اور کہا کہ ہماری خواتین آج کل جس قسم کا لباس پہن رہی ہیں وہ شرعی احکام کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اسلامی اقدار کا پاس و لحاظ رکھیں اور شرعی احکام کی پابندی کریں اور اس لباس کو ترک کر دیں جو وہ آج کل استعمال کر رہی ہیں۔

شاہ خالد نے اپنے اعلان میں مزید کہا کہ اسلامی اصولوں کے خلاف عمل کرنے والوں کی فوری سرزنش کریں اور فتنوں کا سد باب کریں۔ شاہ نے سعودی عرب میں رہنے والے غیر مسلم افراد سے کہا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق کریں۔ شاہ نے آخر میں سعودی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی کردار کے سانچے میں ڈھال لیں اور اسلام کا عملی نمونہ بن جائیں۔

ترکی میں اسلحہ سازی کا کارخانہ

ترکی اور یونان کے مابین بحر ایجین کے مسئلہ پر اختلافات کی وجہ سے دونوں ملکوں میں اسلحہ کی دوڑ تیز ہو گئی ہے کیونکہ ترکی کو درآمد ہونے والے امریکی اسلحہ پر پابندی بدستور ہے اور یہ حالات ترکی کے لئے پریشان کن ہیں ان ہی اسباب کی وجہ سے ترک حکومت نے جنگی جہازوں اور اسلحہ کی تیاری کا ایک پلان بنایا ہے۔ [illegible] میگزین کے نامہ نگار جو برطانیہ سے شائع ہوتا ہے لکھا ہے کہ ترکی حکومت نے (ترکی جہاز ساز کمپنی) کے لئے ایک منصوبہ بنایا ہے اور اس پر بہت تیزی سے کام ہو رہا ہے اس نے کمپنی کے ذرائع کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ اگر اس طرح تیزی سے کام ہوتا رہے تو ایک سال کے اندر جہاز سازی کے کارخانہ کی تعمیر مکمل ہو جائے گی اور وہ سینٹ (۱۹۸۸ء) کے بعد پہلا جہاز اس کارخانہ سے تیار ہو گا۔

ترکی حکومت کو یہ منصوبہ اس لئے بنانا پڑا کیونکہ امریکہ نے ترکی کو اسلحہ کی ترسیل پر پابندی لگا دی ہے اور اس کا سبب ترکی کی جنگ [illegible] ہے جس کے بعد سے ترکی میں اسلحہ کے ذخائر کم ہونے لگے اور اس کے حصول کے لئے دوسرے ذرائع کا سہارا لینا پڑا۔ اس وقت اس کی فوج کی تعداد ۵ لاکھ کے قریب ہے اور ان کے ۸۰ فیصد اسلحہ امریکن ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں اور امریکی طرز کے تھے۔

ان ضروریات کو سامنے رکھ کر ترک حکومت نے اپنے دفاعی بجٹ کو ۰۰ ۲ ملین ڈالر تک بڑھا دیا ہے جس ۱۹۸۶ کے بجٹ کا ۱/۴ حصہ اس پر صرف کر رہی ہے۔ اس منصوبہ میں بڑی تیزی سے جنگی کشتیاں بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور مزید اسلحہ ایران اور پاکستان کے تعاون سے حتی الامکان وسائل کو بروئے کار لا کر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ترک حکومت نے ایک تجربہ کے ذریعہ ٹینک، توپ، راکٹ اور جنگی کشتیاں بنانے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں ترک حکومت نے اس منصوبہ کو شروع کرنے کے لئے سرمایہ فراہم کیا اور ہوائی جہاز اور ریڈار کو دو مرحلوں میں تیاری شروع کی کیونکہ حکومت کے خیال میں اس کے بغیر ترکی فضائیہ کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ہے، اس کے ساتھ موجودہ دور کے حفاظتی انتظامات کی جدید کاری کی طرف توجہ دی جو ایک اندازے کے مطابق ۱۹۹۰ء تک پورا ہو جائے گا۔

ترکی کے ذمہ داروں کا اندازہ ہے کہ اس منصوبہ پر ۶۰۰ ملین ڈالر خرچ آئے گا جس کا ۸۰ فیصد حصہ غیر ملکی سرمایہ سے پورا ہو جائے گا۔ ان میں ایران، سعودی عرب اور پاکستان کا نام قابل ذکر ہے۔

ملیشیا ایٹمی دور میں داخل!

خبروں کے مطابق ملیشیا میں موجودہ پاور اسٹیشن کی تکمیل کے بعد یہ خیال حقیقت کا جامہ پہن لے گا کہ ملیشیا بھی ایٹمی دور میں داخل ہو گیا جو ہوا کی جنوبی ریاست میں ۸ سو میگا واٹ والے نیوکلیائی انجینئر نے تیکنیکوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو بجلی کی وزارت ملیشیا میں ۱۹۹۰ء تک ایک ہزار میگا واٹ بجلی پیدا ہونے لگے گی اور اس پروجیکٹ پر ۳۰۰ کروڑ روپئے کی لاگت آئے گی۔

مصر اور سوڈان میں مشترکہ دفاعی معاہدہ

مصر اور سوڈان میں یہ طے پایا ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے ہوائی اڈوں اور بندرگاہوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ دونوں ممالک کی فضائی اور بحری فوجوں کو انہیں استعمال کرنے کی آزادی ہو گی۔ تاکہ ہر ایک جارحیت کو روکا جا سکے اور اس کی مزاحمت کی جا سکے۔ اس بات کا انکشاف دونوں ممالک کی مشترکہ ڈیفنس کونسل کے اجلاس کے خاتمے پر جاری کئے گئے۔ ایک سرکاری اعلان میں کیا گیا ہے۔ اس سرکاری اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک میں اس بات کا بھی فیصلہ ہو گیا ہے کہ دونوں ممالک کی تمام شعبوں میں جنگی قوت اور صلاحیت کو بڑھایا جائے۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ فوجی ٹریننگ کے طریقہ اور اسلحہ بردار کو معیاری بنانے کے لئے باہمی تعاون اور اشتراک عمل کو مضبوط بنایا جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ مشترکہ آرمی اسٹاف اور جنرل سکریٹریٹ قائم کی جائے جس میں دونوں ممالک کی وزارت جنگ اور وزارت خارجہ کے نمائندے شامل ہوں تاکہ جو فیصلے کئے گئے ہیں ان پر عمل درآمد کی نگرانی ہو سکے۔ اور مشترکہ جنگوں کے لئے ایجنڈا مرتب کیا جا سکے۔

بخارا دو ہزار پانچسو سال پرانا شہر

وسط ایشیا کے اہم ثقافتی اور انتظامی مرکز بخارا دو ہزار پانچسو سال پرانا شہر ہے ماہرین کا اندازہ اس سے کم کا تھا جب کہ بخارا کے باشندوں کا خیال تھا کہ یہ شہر اس سے بھی پانچسو سال زیادہ قدیم ہے۔

ماہرین قدیم تحریروں کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کر سکے کہ مشرق کے دوسرے شہروں کے برعکس جن کا محل وقوع بدلتا رہا ہے بخارا کو اس کے باشندوں نے ٹھیک اسی مقام پر تعمیر کیا جہاں وہ آفات و تباہی سے گذر رہا تھا اور چنگیز خاں کی فوجوں نے بھی اس شہر کو مسمار کیا۔

بخارا کی عمر کا صحیح اندازہ کھدائی میں دریافت ہونے والی اشیاء سے لگ پایا ہے، یہ کھدائی مسجد قلیان کے باہر واقع خانقاہ پر ہوئی جو سیاحوں میں بہت مشہور ہے۔ آثار قدیمہ کی ایک ٹیم جو جدید آلات سے لیس تھی کھدائی کا نیا طریقہ نکالا، روایت کے مطابق چھوٹے گڑھے نہیں کھودے بلکہ زمین کا ایک بڑا قطعہ کھود ڈالا اور طاقتور مشینوں سے ۲۰ میٹر گہرائی تک کھدائی کر کے زیر زمین پانی نکالا اور انسانی آبادی کے نشانات دریافت کئے، بہت سی دستکاریاں پائی گئیں جن میں پیالے، لوٹے اور نقشیں برتن شامل تھے پھر ایسی اشیاء ملیں جن کو نہ وقت برباد کر سکا اور نہ پانی، یہ تہذیبی آثار کی آخری پرت تھی جس کے نیچے خالص زمین یعنی کو لے کی دلدل تھی۔

اس بنیاد پر ماہرین نے اندازہ لگایا کہ بخارا کی تعمیر قدیم برسوں میں دلدلی زمین اور مرطوب آب و ہوا پر ہوئی تھی اور ایسے دشوار گزار علاقے میں جو آبی وسائل سے مالا مال تھے ایک نہر کے آثار بھی ملے ہیں۔ قدیم بخارا کے باشندے جو آبپاشی میں ماہر تھے اس نہر کے راستے پانی کی نکاسی کرتے تھے جو کھدائی سے ظاہر ہوا کہ وہاں مرطوب موسم قبل مسیح ایک ہزار سال تک رہا۔

سعودی عرب کی آب و ہوا تبدیل کرنے کیلئے

بحیرہ قلزم میں برفانی خطہ کا قیام

سعودی عرب کی آب و ہوا کو تبدیل کرنے کے لئے سائنسی عمل کا انتظام کیا جا رہا ہے اطلاعات کے مطابق سرزمین عرب کی فضاؤں کی گرمی اور خشکی کو دور کر کے اس میں خنکی اور تری پیدا کرنے کے لئے بحیرہ قلزم میں ایک "برفانی خطہ" قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے سعودی حکومت کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ بحیرہ قلزم میں مجوزہ "برفانی خطہ" کے قیام سے سعودی عرب میں زیادہ بارش کا امکان ہو سکتا ہے۔

واشنگٹن میں مقیم سعودی عرب کے اطلاعات و نشریات کے ایک ترجمان نے اطلاع دی ہے کہ "برفانی خطہ" کے قیام کے نتیجہ میں توقع کی جا سکتی ہے کہ سعودی عرب کا موسم تبدیل ہو گا اور ہوا کا دباؤ ایسی شکل اختیار کرے گا جو مانسون کے لئے باعث کشش ہو گا۔ سعودی عرب کے شہزادہ محمد الفیصل نے جو سمندر کے کھارے پانی کی شوریت کو دور کر کے پینے کے لائق خوشگوار بنانے سے تعلق رکھنے والی کارپوریشن کے گورنر ہیں "برفانی خطہ" کی تجویز کے بارے میں بتایا کہ سعودی عرب کی آب و ہوا کو تبدیل کرنے کی ترکیبوں اور طریقوں کا مطالعہ جاری ہے۔ شہزادہ محمد الفیصل نے بتایا کہ اس کے علاوہ موجودہ ۴۸ ڈگری کے درجہ حرارت کو بہاؤ

[illegible] برفانی خطہ [illegible] بارش کا تناسب [illegible] ہو سکے گا [illegible] برفانی خطہ [illegible] ہوا رہا ہے۔

Regd No. LW/NP 56
Phone 22948 / 23147

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

مجمع بحار الانوار

(احادیث کی مشکلات کے حل کے لیے ایک بہترین کتاب)

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی ...

ہندوستان میں

مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ جلنے۔ کٹنے کی دوا۔
اب سنہرے اور ہرے رنگ کے کیپسول پر ٹریڈ مارک
دیکھ کر خرید یئے۔

انڈین کیمیکل کمپنی

ہند تیل

ہر قسم کے جسمانی درد۔ چوٹ۔ زخم۔ موچ
جلنے۔ کٹنے ... کا
فوری علاج ہے۔ اس کی مسلسل مالش کرو۔
بچوں کو تندرست و توانا بناتی ہے۔

بنانے والے ... ہند ... ورکس

شربت نزلہ

معمولی
کھانسی، زکام
اور نزلہ کے لیے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

"تعمیر حیات"
میں
اشتہار
دیکر
اپنی تجارت
کو
فروغ
دیجئے

عطر مجموعہ عنبر

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاءالدین اینڈ کمپنی

اسپیشل کیچر	کیپر برانڈ
اسپیشل مہری	گولڈن ڈسٹ

TELEGRAM: CUP. KATTLY
PHONE No. 352231